رفع ونزولِ

عیسی ابن مریم علیہما السلام

وَّقَوۡلِهِمۡ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِيۡحَ عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ
رَسُوۡلَ اللّٰهِ‌ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ وَلٰـكِنۡ شُبِّهَ
لَهُمۡ‌ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ‌ؕ مَا
لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ‌ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ
يَقِيۡنًاۢ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا
حَكِيۡمًا وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡـكِتٰبِ اِلَّا لَيُـؤۡمِنَنَّ بِهٖ
قَبۡلَ مَوۡتِهٖ‌ۚ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا

(النساء : 157ـ158ـ159)

اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو قتل کیا جو اللہ کا رسول تھا حالانکہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں ان کے پاس بھی اس معاملہ میں کوئی یقین نہیں ہے محض گمان ہی کی پیروی ہے. انہوں نے یقیناً مسیح کو قتل نہیں کیا-- بلکہ اسے اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ زبر دست حکمت والا ہے - اور اہل کتاب میں کوئی ایسا نہ ہو گا جو اسکی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے گا اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہو گا

١٠١ ـ باب جُلودِ الميتةِ قبلَ أن تُدبَغ

٢٢٢١ ـ حدّثنا زُهَيرُ بنُ حربٍ حدَّثَنا يَعقوبُ بنُ إبراهيمَ حدَّثَنا أبي عن صالحٍ قال: حدَّثَني ابنُ شهابٍ أنَّ عُبيدَ اللهِ بنَ عبدِ اللهِ أخبرَهُ أنَّ عبدَ اللهِ بنَ عبّاسٍ رضيَ الله عنهما أخبرَهُ «أن رسولَ اللهِ ﷺ مَرَّ بشاةٍ ميتةٍ فقال: هَلاّ اسْتمتَعْتم بإهابِها؟ قالوا: إنها مَيتة. قال: إنَّما حَرُمَ أكلُها». [انظر الحديث: ١٤٩٢].

١٠٢ ـ باب قتلِ الخنزيرِ. وقال جابرٌ: حَرَّمَ النبيُّ ﷺ بيعَ الخِنزير

٢٢٢٢ ـ حدّثنا قُتَيبةُ بنُ سعيدٍ حدَّثَنا الليثُ عنِ ابنِ شهابٍ عنِ ابنِ المسيَّبِ أنهُ سمعَ أبا هُريرةَ رضيَ اللهُ عنه يقولُ: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «والذي نَفسِي بيدِه لَيُوشكنَّ أن يَنزلَ فيكم ابنُ مريمَ حَكَماً مُقْسِطاً، فيَكسِرَ الصَّليبَ، ويَقتُلَ الخنزيرَ، ويَضَعَ الجزيةَ، ويَفيضَ المالُ حتّى لا يَقبلَهُ أحد». [الحديث ٢٢٢٢ ـ أطرافه في: ٢٤٧٦، ٣٤٤٨، ٣٤٤٩].

١٠٣ ـ باب لا يُذابُ شحمُ المَيتةِ، ولا يُباعُ وَدَكُهُ.
رواهُ جابرٌ رضيَ اللهُ عنه عنِ النبيِّ ﷺ

٢٢٢٣ ـ حدّثنا الحُمَيديُّ حدَّثَنا سفيانُ حدَّثَنا عمرُو بن دينارٍ قال: أخبرَني طاوُوسٌ أنهُ سمعَ ابنَ عبّاس رضيَ اللهُ عنهما يقول: «بَلغَ عمرَ أنَّ فلاناً باعَ خمراً فقال: قاتلَ اللهُ فلاناً، ألم يَعلَمْ أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: قاتلَ اللهُ اليهودَ، حُرِّمَتْ عليهمُ الشُّحومُ فجمَلوها فباعوها». [الحديث ٢٢٢٣ ـ طرفه في: ٣٤٦٠].

٢٢٢٤ ـ حدّثنا عَبدانُ أخبرَنا عبدُ اللهِ أخبرَنا يونسُ عنِ ابنِ شهابٍ سمعتُ سعيدَ بنَ المسيَّبِ عن أبي هُريرةَ رضيَ اللهُ عنهُ أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «قاتلَ اللهُ يهوداً، حُرِّمَتْ عليهمُ الشُّحومُ فباعوها وأكلوا أثمانَها». قال أبو عبدِ الله: ﴿قَـٰتَلَهُمُ ٱللَّهُ﴾: لعَنَهم. ﴿قُتِلَ﴾: لُعِنَ. ﴿ٱلْخَرَّٰصُونَ﴾: الكذّابون.

١٠٤ ـ باب بيعِ التصاويرِ التي ليسَ فيها رُوحٌ، وما يُكرَهُ مِن ذلك

٢٢٢٥ ـ حدّثنا عبدُ اللهِ بنُ عبدِ الوهّابِ حدَّثَنا يَزيدُ بنُ زُرَيعٍ أخبرَنا عَوفٌ عن سعيدِ بنِ أبي الحسن قال: «كنتُ عندَ ابنِ عبّاسٍ رضيَ اللهُ عنهما إذ أتاهُ رَجلٌ فقال: يا أبا عبّاسٍ إني إنسانٌ إنما مَعيشتي من صَنعةِ يدي، وإني أصنعُ هٰذهِ التَّصاويرَ. فقال ابنُ عبّاسٍ: لا أُحدِّثُكَ إلاّ ما سمعتُ من رسولِ اللهِ ﷺ، سَمعتُه يقول: مَن صَوَّرَ صُورةً فإنَّ اللهَ مُعذِّبُهُ حتّى يَنفُخَ فيها

صحيح مسلم

المسمّى

١ ـ المسند الصحيح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله ﷺ

للإمام الحافظ أبي الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري (٢٠٦ ـ ٢٦١هـ)

وفي طليعته

٢ ـ غاية الابتهاج لمقتفي أسانيد كتاب مسلم بن الحجاج

للعلامة السيد محمد بن محمد مرتضى الزبيدي (ت ١٢٠٥هـ)

وبهامشه

٣ ـ علل الأحاديث في كتاب الصحيح: لأبي الفضل بن عمار الشهيد (ت ٣١٧هـ)
٤ ـ الإلزامات والتتبع: للإمام أبي الحسن علي بن عمر الدارقطني (ت ٣٨٥هـ)
٥ ـ الأجوبة عما أشكل الشيخ الدارقطني: لأبي مسعود الدمشقي (ت ٤٠١هـ)
٦ ـ التنبيه على الأوهام الواقعة في صحيح مسلم: لأبي علي الجياني (ت ٤٩٨هـ)
٧ ـ غرر الفوائد: للحافظ رشيد الدين أبي الحسين يحيى بن علي العطار (ت ٦٦٢هـ)
٨ ـ تنبيه المعلم بمبهمات صحيح مسلم: لأبي ذر ابن سبط ابن العجمي (ت ٨٨٤هـ)

تشرف بخدمتها والعناية بها

أبو قتيبة نظر محمد الفاريابي

دار طيبة

هَذِهِ الآيَةَ حَتّى أَنْجَزَهَا.

(٧٠) باب وجوب الإيمان برسالة نبيّنا محمد ﷺ إلى جميع الناس، ونسخ الملل بملته

٢٣٩- (١٥٢) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَا مِنَ الأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَى اللهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ». [خ٤٩٨١، ٧٢٧٤]

٢٤٠- (١٥٣) حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى: أَخْبَرَنَا[١] ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: وَأَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ أَبَا يُونُسَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ».

٢٤١- (١٥٤) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا[٢] هُشَيْمٌ، عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ الْهَمْدَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ سَأَلَ[٣] الشَّعْبِيَّ فَقَالَ: يَا أَبَا عَمْرٍو إِنَّ مَنْ قِبَلَنَا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ يَقُولُونَ، فِي الرَّجُلِ، إِذَا أَعْتَقَ أَمَتَهُ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا: فَهُوَ كَالرَّاكِبِ بَدَنَتَهُ. فَقَالَ الشَّعْبِيُّ: حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الكتاب آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَأَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ فَآمَنَ بِهِ وَاتَّبَعَهُ وَصَدَّقَهُ[٤] فَلَهُ أَجْرَانِ، وَعَبْدٌ مَمْلُوكٌ أَدَّى حَقَّ اللهِ تَعَالَى[٥] وَحَقَّ سَيِّدِهِ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهُ أَمَةٌ فَغَذَاهَا فَأَحْسَنَ غِذَاءَهَا. ثُمَّ أَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ أَدَبَهَا. ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، فَلَهُ أَجْرَانِ»، ثُمَّ قَالَ: الشَّعْبِيُّ لِلْخُرَاسَانِيِّ: خُذْ هَذَا الْحَدِيثَ بِغَيْرِ شَيْءٍ. فَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيمَا دُونَ هَذَا إِلَى الْمَدِينَةِ. [خ٩٧، ٢٥٤٤، ٢٥٥١، ٣٠١١، ٣٤٤٦، ٥٠٨٣]

وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ. ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ. ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، كُلُّهُمْ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ، نَحْوَهُ. [خ٢٥٤٧]

(٧١) باب نزول عيسى بن مريم حاكمًا بشريعة نبينا محمد ﷺ

٢٤٢- (١٥٥) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ. ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ: رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ[٦] لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ ﷺ حَكَمًا مُقْسِطًا. فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ». [خ٢٢٢٢، ٢٤٧٦، ٣٤٤٨]

---

(١) في (خ) «حدّثنا ابن وهب».
(٢) في (خ) «حدّثنا هُشيم».
(٣) في (خ) «يسأل الشّعبيّ».
(٤) في (خ) «وصدّق به».
(٥) في (خ) «حقُّ الله عليه».
(٦) في (خ): «والذي نفس محمدٍ بيده».

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما
السلام کے زندہ ہونے یا نہ
ہونے کا مرزا قادیانی کے
ساتھ کوئی تعلق نہیں

ملفوظات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود

بانی جماعت احمدیہ

(الجزء الأول : طبعة جديدة (خمسة أجزاء)

میں ہے وُہ ابھی پیدا نہیں ہوا اور اس حالت کو دیکھ کر میری وہی حالت ہے۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (الشعراء: ۴) میں نہیں چاہتا کہ چند الفاظ طوطے کی طرح بیعت کے وقت رٹ لیے جاویں۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ تزکیہ نفس کا علم حاصل کرو کہ ضرورت اسی کی ہے ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ مسیح کی وفات حیات پر جھگڑے اور مباحثے کرتے پھرو۔ یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے اسی پر بس نہیں ہے۔ یہ تو ایک غلطی تھی جس کی ہم نے اصلاح کر دی، لیکن ہمارا کام اور ہماری غرض ابھی اس سے بہت دُور ہے اور وُہ یہ ہے کہ تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو اور بالکل ایک نئے اِنسان بن جاؤ۔ اس لیے ہر ایک کو تم میں سے ضروری ہے کہ وُہ اس راز کو سمجھے اور ایسی تبدیلی کرے کہ وہ کہہ سکے کہ میں اور ہوں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یقیناً یقیناً جبتک ایک مدت تک ہماری صحبت میں رہ کر یہ نہ سمجھے کہ میں اور ہو گیا ہوں، اسے فائدہ نہیں پہنچا۔

فطرت اور عقلی حالت اور جذبات کی حالت میں اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل ہو جاوے، تو کچھ بات ہے؛ ورنہ کچھ بھی نہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ دُنیا کے اشتغال چھوڑ دو۔ خدا تعالیٰ نے دُنیا کے شغلوں کو جائز رکھا ہے، کیونکہ اس راہ سے بھی ابتلا آتا ہے اور اسی ابتلا کی وجہ سے انسان چور، قمار باز، ٹھگ، ڈکیت بن جاتا ہے اور کیا کیا بُری عادتیں اختیار کر لیتا ہے، مگر ہر ایک چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ دنیوی شغلوں کو اس حد تک اختیار کرو کہ وہ دین کی راہ میں تمھارے لیے مدد کا سامان پیدا کر سکیں اور مقصود بالذات اس میں دین ہی ہو۔ پس ہم دنیوی شغلوں سے بھی منع نہیں کرتے اور یہ بھی نہیں کہتے کہ دن رات دُنیا کے دھندوں اور بکھیڑوں میں منہمک ہو کر خدا تعالیٰ کا خانہ بھی دُنیا ہی سے بھر دو۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ محرومی کے اسباب بہم پہنچاتا ہے اور اس کی زبان پر نرا دعویٰ ہی رہ جاتا ہے۔ الغرض زندوں کی صحبت میں رہو تاکہ زندہ خدا کا جلوہ تم کو نظر آوے۔[1]

۹؍جولائی ۱۹۰۰ء

دُعا بہترین ہمدردی ہے

یاد رکھو۔ ہمدردی تین قسم کی ہے۔ اوّل جسمانی، دوم مالی، تیسری قسم ہمدردی کی دُعا ہے۔ جس میں نہ صرف زر ہوتا ہے اور نہ زور لگانا پڑتا ہے اور اس کا فیض بہت ہی وسیع ہے، کیونکہ جسمانی ہمدردی تو اس صورت میں ہی انسان کر سکتا ہے۔ جبکہ اس میں طاقت بھی ہو۔ مثلاً ایک ناتواں مجروح مسکین اگر کہیں پڑا تڑپتا ہو، تو کوئی شخص جس میں خود طاقت اور توانائی نہیں ہے، کب اُس کو اٹھا کر مدد دے سکتا ہے۔ اسی طرح پر اگر کوئی بیکس و بے بس، بے سرو سامان انسان بھوک

[1] الحکم جلد نمبر ۶ نمبر ۲۶ صفحہ ۵-۱۲ مورخہ ۲۴؍جولائی ۱۹۰۲ء

اور علماء وقت اُن کو قبول کرتے رہے ہیں لیکن اس زمانہ کے اکثر علماء کی یہ عجیب عادت ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ کا الہام ولایت جس کا کبھی سلسلہ منقطع نہیں اپنے وقت پر بعض مجمل مکاشفات نبویہ اور استعارات سربستہ قرآنیہ کی کوئی تفسیر کرے تو بنظر انکار و استہزاء اُس کو دیکھتے ہیں حالانکہ صحاح میں ہمیشہ یہ حدیث پڑھتے ہیں کہ قرآن شریف کے لئے ظہر و بطن دونوں ہیں اور اس کے عجائبات قیامت تک ختم نہیں ہو سکتے اور ہمیشہ اپنے مُنہ سے اقرار کرتے ہیں کہ اکثر اکابر محدثین کشوف والہامات اولیاء کو حدیث صحیح کے قائم مقام سمجھتے رہے ہیں۔

ہم نے جو رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں اس اپنے کشفی والہامی امر کو شائع کیا ہے کہ مسیح موعود سے مراد یہی عاجز ہے میں نے سُنا ہے کہ بعض ہمارے علماء اس پر بہت افروختہ ہوئے ہیں اور انہوں نے اس بیان کو ایسی بدعات میں سے سمجھ لیا ہے کہ جو خارج اجماع اور برخلاف عقیدہ متفق علیہا کے ہوتی ہیں حالانکہ ایسا کرنے میں اُن کی بڑی غلطی ہے۔

اول تو یہ جاننا چاہئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی کوئی جُز یا ہمارے دین کے رُکنوں میں سے کوئی رُکن ہو بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانہ تک یہ پیشگوئی بیان نہیں کی گئی تھی اُس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا اور پیشگوئیوں کے بارہ میں یہ ضروری نہیں کہ وہ ضرور اپنی ظاہری صورت میں پوری ہوں بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ قبل از ظہور پیشگوئی خود انبیاء کو ہی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آ سکتے چہ جائیکہ دوسرے لوگ ان کو یقینی طور پر سمجھ لیویں دیکھو جس حالت میں ہمارے سید و مولیٰ آپ اس بات کا اقرار کرتے ہوں کہ بعض پیشگوئیوں کو میں نے کسی اور صورت پر سمجھا اور ظہور اُن کا کسی اور صورت پر ہوا تو پھر دوسرے لوگ کو فرض کے طور پر ساری اُمت ہی کیوں نہ ہو کب ایسا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں غلطی نہیں سلف صالح ہمیشہ اس طریق کو پسند کرتے رہے ہیں

مکمل مرزائی عقیدہ کیا ہے؟

نمبر	عقیدہ
1	حضرت مریم علیہما السلام کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر 33 سال 6 مہینے تھی کہ آپ کو دشمنوں نے پکڑ کر بروز جمعہ بوقت عصر دو چوروں کے ساتھ صلیب پر ڈال دیا، جسم میں کیلیں لگائیں، زخمی کیا یہاں تک کہ آپ شدت تکلیف سے بے ہوش ہوگئے اور دشمن آپ کو مردہ سمجھ کر چلے گئے جب کہ در حقیقت آپ ابھی زندہ تھے . (رخ 17 ص 311 / رخ 3 ص 296 / رخ 15 ص 20 / رخ 18 ص 396 حاشیہ / رخ 15 ص 52 .. وغیرہ)
2	مرزا نے اللہ تعالیٰ کے حوالے سے لکھا کہ "اللہ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ بظاہر مسیح صلیب پر کھینچا گیا اور اسکے مارنے کا ارادہ کیا گیا" نیز مرزا نے لکھا کہ "حدیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے نجات پا کر ایک سرد ملک کی طرف بھاگ گئے تھے یعنی کہ کشمیر" (رخ 15 ص 51، مسیح ہندوستان میں / رخ 15 ص 540، تحفہ غزنویہ)
2	آپ کو کسی طرح صلیب سے اتارا گیا، حواریوں نے آپ کے زخموں پر "مرہم عیسیٰ" لگا کر علاج کیا ، اور پھر آپ اور آپ کی والدہ ملک شام سے نکلے اور افغانستان ، ہندوستان، نیپال، تبت وغیرہ مختلف علاقوں سے ہوتے ہوئے کشمیر جا پہنچے، نیز بدھ مذہب کے لوگوں سے بحثیں بھی کیں . (رخ 10 ص 301 / رخ 14 ص 191 و ص 209 تا 212 / رخ 15 ص 70 / رخ 19 ص 65 حاشیہ / رخ 19 ص 127 / رخ 21 ص 262 حاشیہ)
3	آپ کشمیر میں ہی مرزا قادیانی کی ایک تحریر کے مطابق 120 سال اور اسی کتاب میں لکھی ہوئی دوسری تحریر کے مطابق 125 سال کی مجموعی عمر پا کر انتقال کر گئے . (120 سال عمر : رخ 15 ص 14 ..... 125 سال عمر : رخ 15 ص 55)
4	کشمیر کے شہر سری نگر کے محلّہ خان یار میں وہ مدفون ہیں اور جو قبر "یوز آسف" کے نام سے مشہور ہے وہ در حقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے . (رخ 14 ص 171 و ص 192 و ص 195 و ص 209 / رخ 17 ص 100 / رخ 18 ص 235 / رخ 15 ص 14)
5	جن احادیث میں "مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہما السلام" کے نزول کی خبر دی گئی ہے، ان سے مراد اصلی عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ ان کا ایک مثیل ہے، نیز "قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نے بشارت دی ہے کہ مثیل مسیح اور دوسرے مثیل بھی آئیں گے". (ملفوظات جلد 5 ص 554 پانچ جلدوں والا ایڈیشن / رخ 19 ص 18 حاشیہ / رخ 3 ص 314)
6	وہ مثیل میں یعنی مرزا غلام احمد قادیانی بن چراغ بی بی ہوں اور اسی کی خبر احادیث میں دی گئی ہے، نیز "قرآن نے میرا نام ابن مریم رکھا ہے"، میں ہی مسیح بن مریم کے رنگ میں وعدہ کے مطابق آیا ہوں، میں ہی مسیح موعود ہوں، اور میرے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ "مسیح محمدی (یعنی مرزا) مسیح موسوی سے افضل ہے". (رخ 17 ص 413 / رخ 20 ص 39-40 / رخ 18 ص 240 / رخ 17 ص 413 / رخ 19 ص 98 / تذکرہ، ص 148 و 209 طبع چہارم وغیرہ)
7	احادیث میں "عیسیٰ علیہ السلام" کے ہاتھوں جس دجال کے قتل ہونے کا ذکر ہے اس دجال سے مراد یا تو عیسائی پادری ہیں، یا دجال شیطان کا اسم اعظم ہے، یا دجال مفسدین کے گروہ کا نام ہے، یا دجال عیسائیت کا بھوت ہے، یا دجال سے مراد خناس ہے، یا دجال سے مراد با اقبال قومیں ہیں. (رخ 3 ص 366 / رخ 14 ص 416-417 / رخ 22 ص 45 / رخ 3 ص 174 / رخ 3 ص 362 / رخ 14 ص 296 / رخ 11 ص 47 وغیرہ)
8	حضرت مسیح علیہ السلام کے چار حقیقی بھائی اور دو حقیقی بہنیں بھی تھیں. (رخ 19 ص 18 حاشیہ)

تمہید ہشتم ۔ جو امر خارق عادت کسی ولی سے صادر ہوتا ہے۔ وہ حقیقت میں اس متبوع کا معجزہ ہے جس کی وہ اُمّت ہے اور یہ بدیہی اور

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کہ قادر مطلق کہ جس کے علم قدیم سے ایک ذرّہ مخفی نہیں اور جس کی طرف کوئی نقصان اور خسران عاید نہیں ہوسکتا اور جو ہر یک قسم کے جہل اور آلودگی اور ناتوانی اور غم اور حزن اور درد اور رنج اور گرفتاری سے پاک ہے وہ کیوں کر اس چیز کا عین ہوسکتا ہے کہ جو

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

بدرجۂ یقین کامل پہنچ کر پھر منکر رہیں۔ پھر بعد اس کے فرمایا۔ انا انزلناہ قریبا من القادیان. و بالحق انزلناہ و بالحق نزل. صدق اللہ و رسولہ و کان امر اللہ مفعولا. یعنی ہم نے ان نشانوں اور عجائبات کو اور نیز اس الہام پُر از معارف وحقائق کو قادیان کے قریب اتارا ہے اور ضرورتِ حقّہ کے ساتھ اتارا ہے اور بضرورتِ حقّہ اترا ہے۔ خدا اور اس کے رسول نے خبر دی تھی کہ جو اپنے وقت پر پوری ہوئی اور جو کچھ خدا نے چاہا تھا وہ ہونا ہی تھا۔ یہ آخری فقرات اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کے ظہور کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حدیث متذکرہ بالا میں اشارہ فرما چکے ہیں اور خدائے تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں اشارہ فرما چکا ہے چنانچہ وہ اشارہ حصہ سوم کے الہامات میں درج ہو چکا ہے۔ اور فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ [1] یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے۔ اور جس غلبۂ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحدی اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر

[1] الصف: ۱۰

ظاہر ہے کیونکہ جب کسی امر کا ظاہر ہونا کسی شخص اور کسی خاص کتاب کی متابعت

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اُن سب بلاؤں میں مبتلا ہے۔ کیا انسان جس کی روحانی ترقیات کے لئے اس قدر حالات منتظرہ ہیں جن کا کوئی کنارہ نظر نہیں آتا۔ وہ اُس ذات صاحب کمالِ تامّ سے مشابہ یا اس کا عین ہوسکتا ہے جس کے لئے کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں؟ کیا جس کی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے۔ اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتدا سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے یعنی حضرت مسیح پیشگوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اُس کا محل اور مورد ہے یعنی روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے۔ گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو اور اگرچہ دین اسلام اپنے دلائل حقہ کے رو سے قدیم سے غالب چلا آیا ہے اور ابتدا سے اس کے مخالف رسوا اور ذلیل ہوتے چلے آئے ہیں لیکن اس غلبہ کا مختلف فرقوں اور قوموں پر ظاہر ہونا ایک ایسے زمانہ کے آنے پر موقوف تھا کہ جو باعث کھل جانے راہوں کے تمام دنیا کو ممالک متحدہ کی طرح بناتا ہو اور ایک ہی قوم کے حکم میں داخل کرتا ہو اور تمام اسباب اشاعت تعلیم اور تمام وسائل اشاعتِ دین کے بتمام تر سہولت و آسانی پیش کرتا ہو اور اندرونی اور بیرونی طور پر تعلیم حقانی کے لئے نہایت مناسب اور موزوں ہو سو اب وہی زمانہ ہے کیونکہ بباعث کھل جانے راستوں اور مطلع ہونے ایک قوم کے دوسری قوم سے اور ایک ملک کے دوسرے ملک سے سامان تبلیغ کا بوجہ احسن میسر آ گیا ہے اور بوجہ انتظام ڈاک و ریل و تار و جہاز و وسائل متفرقہ اخبار وغیرہ کے دینی تالیفات کی اشاعت کے لئے بہت سی آسانیاں ہوگئی ہیں۔ غرض

نے منع کیا ہے اور اُسی کتاب کا پابند رہتا ہے جو اُس کے شارع نے دی ہے تو

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

برخلاف قسمِ دوم کے کہ اُس میں اِنفکاک جائز ہے اور جب تک ولایت کسی ولی کی قِسم سوم تک نہیں پہنچتی عارضی ہے اور خطرات سے امن میں نہیں۔ وجہ یہ کہ جب تک انسان کی سرشت میں خدا کی محبت اور اس کے غیر کی عداوت داخل نہیں۔ تب تک کچھ رگ و ریشہ ظلم کا اس میں باقی ہے کیونکہ اُس نے حق ربوبیت کو

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

خلق آدم فاکرمہ۔ پیدا کیا آدم کو پس اکرام کیا اس کا۔ جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء جری اللہ نبیوں کے حلوں میں۔ اس فقرہ الہامی کے یہ معنے ہیں کہ منصب ارشاد و ہدایت اور مورد وحی الٰہی ہونے کا دراصل حلّہ انبیاء ہے اور ان کے غیر کو بطور مستعار ملتا ہے اور یہ حلّہ انبیاء امت محمدیہ کے بعض افراد کو بغرض تکمیلِ ناقصین عطا ہوتا ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ۔ پس یہ لوگ اگرچہ نبی نہیں پر نبیوں کا کام ان کو سپرد کیا جاتا ہے۔ وکنتم علی شفا حفرۃ فانقذکم منھا۔ اور تھے تم ایک گڑھے کے کنارہ پر سو اس سے تم کو خلاصی بخشی یعنی خلاصی کا سامان عطا فرمایا۔ عسٰی ربکم اَن یرحم علیکم وان عدتم عدنا وجعلنا جھنم للکافرین حصیرا۔ خدائے تعالیٰ کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔ یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ظاہر ہونے کا اشارہ ہے یعنی اگر طریق رفق اور نرمی اور لطف احسان کو قبول نہیں کریں گے اور حق محض جو دلائل واضحہ اور آیات بیّنہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے۔ تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدائے تعالیٰ مجرمین کے لئے شدّت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں اور

وہ اِس صورت میں بالکل اپنے نفس سے محو ہوکر اپنے شارع کی ذمہ واری

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

جیسا کہ چاہئے تھا ادا نہیں کیا۔ اور لقاء تام حاصل کرنے سے ہنوز قاصر ہے۔ لیکن جب اس کی سرشت میں محبتِ الٰہی اور موافقت باللہ بخوبی داخل ہوگئی یہاں تک کہ خدا اس کے کان ہوگیا جن سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی آنکھیں ہوگیا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دیں گے اور کج اور ناراست کا نام ونشان نہ رہے گا۔ اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلّی قہری سے نیست و نابود کر دے گا۔ اور یہ زمانہ اس زمانہ کے لئے بطور ارہاص کے واقع ہوا ہے یعنی اس وقت جلالی طور پر خدائے تعالیٰ اتمام حجت کرے گا۔ اب بجائے اس کے جمالی طور پر یعنی رفق اور احسان سے اتمام حجت کر رہا ہے۔ توبوا واصلحوا والی اللّٰہ توجھوا وعلی اللّٰہ توکلوا واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔ توبہ کرو اور فسق اور فجور اور کفر اور معصیت سے باز آؤ اور اپنے حال کی اصلاح کرو اور خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس پر توکل کرو۔ اور صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ اس سے مدد چاہو۔ کیونکہ نیکیوں سے بدیاں دور ہو جاتی ہیں۔ بشری لک یا احمدی. انت مرادی ومعی. غرست کرامتک بیدی۔ خوشخبری ہو تجھے اے میرے احمد۔ تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ میں نے تیری کرامت کو اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذالک ازکٰی لھم۔ مومنین کو کہہ دے کہ اپنی آنکھیں نامحرموں سے بند رکھیں اور اپنی ستر گاہوں کو اور کانوں کو نالائق امور سے بچاویں یہی ان کی پاکیزگی کے لئے ضروری اور لازم ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر یک مومن کے لئے منہیات سے پرہیز کرنا اور اپنے اعضا کو ناجائز افعال سے محفوظ رکھنا لازم ہے اور یہی طریق اس کی پاکیزگی کا مدار ہے۔

چشم گوش و دیدہ بند اے حق گزین   یادکن فرمان قل للمؤمنین

﴿۴۹﴾ یا کسی حدیث کو اپنے لئے حجت نہیں سمجھتے۔ لیکن ہم نے محض اس غرض سے ان کو لکھا ہے کہ تا عیسائیوں کو قرآن شریف اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ معلوم ہو اور ان پر یہ حقیقت کھلے کہ کیونکر وہ سچائیاں جو صدہا برس کے بعد اب معلوم ہوئی ہیں وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم نے پہلے سے بیان کر دی ہیں۔ چنانچہ اُن میں سے کسی قدر ذیل میں لکھتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ [1] الآية وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا [2] الآیۃ یعنی یہودیوں نے نہ حضرت مسیح کو درحقیقت قتل کیا اور نہ بذریعہ صلیب ہلاک کیا بلکہ ان کو محض ایک شبہ پیدا ہوا کہ گویا حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت ہو گئے ہیں اور ان کے پاس وہ دلائل نہیں ہیں جن کی وجہ سے ان کے دل اس بات پر مطمئن ہو سکیں کہ یقیناً حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیب پر جان نکل گئی تھی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ بظاہر مسیح صلیب پر کھینچا گیا اور اس کے مارنے کا ارادہ کیا گیا مگر یہ محض ایک دھوکا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے ایسا خیال کر لیا کہ درحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام کی جان صلیب پر نکل گئی تھی بلکہ خدا نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جن کی وجہ سے وہ صلیبی موت سے بچ رہا۔ اب انصاف کرنے کا مقام ہے کہ جو کچھ قرآن کریم نے یہود اور نصاریٰ کے برخلاف فرمایا تھا آخر کار وہی بات سچی نکلی۔ اور اس زمانہ کی اعلیٰ درجہ کی تحقیقات سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح درحقیقت صلیبی موت سے بچائے گئے تھے۔ کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہودی اس بات کا جواب دینے سے قاصر رہے کہ کیونکر حضرت مسیح علیہ السلام کی جان بغیر ہڈیاں توڑنے کے صرف دو تین گھنٹہ میں نکل گئی۔ اسی وجہ سے بعض یہودیوں نے ایک اور بات بنائی ہے کہ

[1] و [2] النسآء:۱۵۸

اور عصر کا وقت۔ اور اتفاقاً یہ یہودیوں کی عید فسح کا بھی دن تھا۔ اس لئے فرصت بہت کم تھی اور آگے سبت کا دن آنے والا تھا جس کی ابتدا غروب آفتاب سے ہی سمجھی جاتی تھی کیونکہ یہودی لوگ مسلمانوں کی طرح پہلی رات کو اگلے دن کے ساتھ شامل کر لیتے تھے اور یہ ایک شرعی تاکید تھی کہ سبت میں کوئی لاش صلیب پر لٹکی نہ رہے۔ تب یہودیوں نے جلدی سے مسیح کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا تا شام سے پہلے ہی لاشیں اُتاری جائیں۔ مگر اتفاق سے اُسی وقت ایک سخت آندھی آگئی جس سے سخت اندھیرا ہو گیا۔ یہودیوں کو یہ فکر پڑ ﴿۳۸۱﴾ گئی کہ اب اگر اندھیری میں ہی شام ہوگئی تو ہم اس جرم کے مرتکب ہو جائیں گے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ سو انہوں نے اس فکر کی وجہ سے تینوں مصلوبوں کو صلیب پر سے اُتار لیا۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بالاتفاق مان لیا گیا ہے۔ کہ وہ صلیب اس قسم کی نہیں تھی جیسا کہ آج کل کی پھانسی ہوتی ہے اور گلے میں رسّہ ڈالکر ایک گھنٹہ میں کام تمام کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس قسم کا کوئی رسّہ گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا صرف بعض اعضاء میں کیلیں ٹھوکتے تھے اور پھر احتیاط کی غرض سے تین تین دن مصلوب بھوکے پیاسے صلیب پر چڑھائے رہتے تھے اور پھر بعد اس کے ہڈیاں توڑی جاتی تھیں اور پھر یقین کیا جاتا تھا کہ اب مصلوب مر گیا۔ مگر خدائے تعالیٰ کی قدرت سے مسیح کے ساتھ ایسا نہ ہوا۔ عید فسح کی کم فرصتی اور عصر کا تھوڑا سا وقت اور آگے سبت کا خوف اور پھر آندھی کا آجانا ایسے اسباب یکدفعہ پیدا ہوگئے جس کی وجہ سے چند منٹ میں ہی مسیح کو صلیب پر سے اُتار لیا گیا اور دونوں چور بھی اُتارے گئے۔ اور پھر ہڈیوں کے توڑنے کے وقت خدائے تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا یہ نمونہ دکھایا کہ بعض سپاہی پلاطوس ﴿۳۸۲﴾ کے جن کو در پردہ خواب کا خطرناک انجام سمجھایا گیا تھا وہ اس وقت موجود تھے جن کا مدعا یہی تھا کہ کسی طرح یہ بلا مسیح کے سر پر سے ٹل جائے ایسا نہ ہو کہ مسیح کے قتل ہونے کی وجہ سے وہ خواب سچی ہو جائے جو پلاطوس کی عورت نے دیکھی تھی۔ اور ایسا نہ ہو کہ پلاطوس کسی

﴿۱۸﴾ بعد جینا مراد نہیں ہوسکتا۔ بلکہ چونکہ یہودیوں اور عام لوگوں کی نظر میں وہ صلیب پر مر چکا تھا اس لئے مسیح نے پہلے سے اُن کے آئندہ خیالات کے موافق یہ کلمہ استعمال کیا۔ اور درحقیقت جس شخص کو صلیب پر کھینچا گیا اور اس کے پیروں اور ہاتھوں میں کیل ٹھوکے گئے یہاں تک کہ وہ اس تکلیف سے غشی میں ہوکر مردہ کی سی حالت میں ہوگیا۔ اگر وہ ایسے صدمہ سے نجات پاکر پھر ہوش کی حالت میں آجائے تو اس کا یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ میں پھر زندہ ہوگیا اور بلاشبہ اس صدمہ عظیمہ کے بعد مسیح کا بچ جانا ایک معجزہ تھا معمولی بات نہیں تھی۔ لیکن یہ درست نہیں ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ مسیح کی جان نکل گئی تھی۔ سچ ہے کہ انجیلوں میں ایسے لفظ موجود ہیں لیکن یہ اسی قسم کی انجیل نویسوں کی غلطی ہے جیسا کہ اور بہت سے تاریخی واقعات کے لکھنے میں انہوں نے غلطی کھائی ہے۔ انجیلوں کے محقق شارحوں نے اس بات کو مان لیا ہے کہ انجیلوں میں دو حصے ہیں (۱) ایک دینی تعلیم ہے جو حواریوں کو حضرت مسیح علیہ السلام سے ملی تھی جو اصل روح انجیل کا ہے۔ (۲) اور دوسرے تاریخی واقعات ہیں جیسے حضرت عیسیٰ کا شجرہ نسب اور ان کا پکڑا جانا اور مارا جانا اور مسیح کے وقت میں ایک معجزہ نما تالاب کا ہونا وغیرہ یہ وہ امور ہیں جو لکھنے والوں نے اپنی طرف سے لکھے تھے۔ سو یہ باتیں الہامی نہیں ہیں بلکہ لکھنے والوں نے اپنے خیال کے موافق لکھی ہیں اور بعض جگہ مبالغہ بھی حد سے زیادہ کیا ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ لکھا ہے کہ جس قدر مسیح نے کام کئے یعنی معجزات دکھلائے اگر وہ کتابوں میں لکھے جاتے تو وہ کتابیں دنیا میں سمانہ سکتیں۔ یہ کس قدر مبالغہ ہے۔

ماسوا اس کے ایسے بڑے صدمہ کو جو مسیح پر وارد ہوا تھا موت کے ساتھ تعبیر کرنا خلاف محاورہ نہیں ہے۔ ہر ایک قوم میں قریباً یہ محاورہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص ایک مہلک صدمہ میں مبتلا ہوکر پھر آخر بچ جائے اس کو کہا جاتا ہے کہ نئے سرے زندہ ہوا اور کسی قوم اور ملک کے محاورہ میں ایسی بول چال میں کچھ بھی تکلف نہیں۔

ان سب امور کے بعد ایک اور بات ملحوظ رکھنے کے لائق ہے کہ برنباس کی انجیل

بلکہ جس طرح سویا ہوا آدمی دوسرے عالم میں چلا جاتا ہے اور اس حالت میں بسا اوقات وفات یافتہ لوگوں سے بھی ملاقات کرتا ہے۔ اِسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کشفی حالت میں اِس دنیا سے وفات یافتہ کے حکم میں تھے۔ ایسا ہی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک سو بیس ۱۲۰ برس عمر پائی ہے۔ لیکن ہر ایک کو معلوم ہے کہ واقعہ صلیب اُس وقت حضرت عیسیٰ کو پیش آیا تھا جبکہ آپ کی عمر صرف تینتیس ۳۳ برس اور چھ مہینے کی تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ باقی ماندہ عمر بعد نزول پوری کرلیں گے تو یہ دعویٰ حدیث کے الفاظ سے مخالف ہے ماسوا اس کے حدیث سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود اپنے دعوے کے بعد چالیس برس دنیا میں رہے گا تو اس طرح پر تینتیس ۳۳ برس ملانے سے کل تہتّر ۷۳ برس ہوئے نہ ایک سو بیس ۱۲۰ برس۔ حالانکہ حدیث میں یہ ہے کہ ایک سو بیس برس اُن کی عمر ہوئی۔

اور اگر یہ کہو کہ ہماری طرح عیسائی بھی مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ ابھی ہم بیان کر چکے ہیں مسیح نے خود اپنی آمد ثانی کو الیاس نبی کی آمد ثانی سے مشابہت دی ہے۔ جیسا کہ انجیل متی ۱۷ باب آیت ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ ماسوا اس کے عیسائیوں میں سے بعض فرقے خود اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی الیاس نبی کی طرح بروزی طور پر ہے۔ چنانچہ نیو لائف آف جیزس جلد اوّل صفحہ ۴۱۰ مصنفہ ڈی. ایف سٹراس میں یہ عبارت ہے:-

(جرمن کے بعض عیسائی محققوں کی رائے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا)

Crucifiction they maintain, even if the feet as well as the hands are supposed to have been nailed occasions but very little loss of blood. It kills therefore only very slowly

زجر اور توبیخ سے جواب دیا گیا تھا اور قرآن شریف میں اقتراحی نشانوں کے مانگنے
والوں کو یہ جواب دیا گیا تھا کہ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا
رَّسُوْلًا [1] یعنی خدا تعالیٰ کی شان اس تہمت سے پاک ہے کہ کسی اس کے رسول یا نبی
یا ملہم کو یہ قدرت حاصل ہو کہ جو الوہیّت کے متعلق خارق عادت کام ہیں ان کو وہ اپنی
قدرت سے دکھلائے اور فرمایا کہ ان کو کہہ دے کہ مَیں تو صرف آدمیوں میں سے ایک
رسول ہوں جو اپنی طرف سے کسی کام کے کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔ محض امر الٰہی کی
پیروی کرتا ہوں۔ پھر مجھ سے یہ درخواست کرنا کہ یہ نشان دکھلا اور یہ نہ دکھلا سراسر
حماقت ہے۔ جو کچھ خدا نے کہا وہی دکھلا سکتا ہوں نہ اور کچھ۔ اور انجیل میں خودتراشیدہ
نشان مانگنے والوں کو صاف لفظوں میں حضرت مسیح مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اس
زمانہ کے حرام کار لوگ مجھ سے نشان مانگتے ہیں ان کو بجز یونس نبی کے نشان کے اور
کوئی نشان دکھلایا نہیں جائے گا یعنی نشان یہ ہوگا کہ باوجود دشمنوں کی سخت کوشش کے
جو مجھے سولی پر ہلاک کرنا چاہتے ہیں مَیں یونس نبی کی طرح قبر کے پیٹ میں جو مچھلی
سے مشابہ ہے زندہ ہی داخل ہوں گا اور زندہ ہی نکلوں گا اور پھر یونس کی طرح نجات
پاکر کسی دوسرے ملک کی طرف جاؤں گا۔ یہ اشارہ اس واقعہ کی طرف تھا جس کی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے جیسا کہ اُس حدیث سے ثابت ہے کہ جو
کنز العمال میں ہے یعنی یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے نجات پاکر ایک سرد ملک کی طرف
بھاگ گئے تھے یعنی کشمیر جس کے شہر سری نگر میں ان کی قبر موجود ہے۔ غرض جب
حضرت مسیح سے ان کے دشمنوں نے نشان مانگا اور میاں عبدالحق کی طرح بعض خودتراشیدہ
نشان پیش کئے کہ ہمیں یہ دکھلاؤ اور یہ دکھلاؤ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہی جواب تھا جو
ابھی ہم نے تحریر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ میاں عبدالحق کا ایسے اقتراحی نشان

[1] بنی اسرائیل: ۹۴

کے دور کرنے کے لئے مسیح موعود کا آسمان سے اترنا خلاف واقعہ ثابت کر دیا ہے۔ کیونکہ خدا کے فضل سے میری کوششوں سے ثابت ہو چکا ہے اور اب تمام انسانوں کو بڑے بڑے دلائل ﴿۲۵﴾ اور کھلے کھلے واقعات کی وجہ سے ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز آسمان پر مع جسم عنصری نہیں گئے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اور ان دعاؤں کے قبول ہونے کی وجہ سے جو تمام رات حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی جان بچانے کے لئے کی تھیں صلیب سے اور صلیبی لعنت سے بچائے گئے اور ہندوستان میں آئے اور بدھ مذہب کے لوگوں سے بحثیں کیں آخر کشمیر میں وفات پائی اور محلّہ خان یار میں آپ کا مزار مقدس ہے جو شہزادہ نبی کے مزار کے نام پر مشہور ہے۔ پھر جب کہ آسمان سے آنے والا ثابت نہ ہو سکا بلکہ اس کے برخلاف ثابت ہوا تو اس مہدی کا وجود بھی جھوٹ ثابت ہو گیا جس نے ایسے مسیح کے ساتھ مل کر خونریزیاں کرنا تھا۔ کیونکہ بموجب قاعدہ تحقیق اور منطق کے دو لازمی چیزوں میں سے ایک چیز کے باطل ہونے سے دوسری چیز کا بھی باطل ہونا لازم آیا۔ لہٰذا ماننا پڑا کہ یہ سب خیالات باطل اور بے بنیاد اور لغو ہیں اور چونکہ توریت کے رو سے مصلوب لعنتی ہو جاتا ہے اور لعنت کا لفظ عبرانی اور عربی میں مشترک ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ ملعون خدا سے درحقیقت دور جا پڑے اور خدا اس سے بیزار ہو جائے اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے اور خدا اس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے تو پھر نعوذ باللہ خدا کا ایسا پیارا۔ ایسا برگزیدہ۔ ایسا مقدس نبی جو مسیح ہے اس کی نسبت ایسی بے ادبی کوئی سچی تعظیم کرنے والا ہرگز نہیں کرے گا اور پھر واقعات نے اور بھی اس پہلو کو ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے۔ بلکہ اس ملک سے کفار کے ہاتھ سے نجات پا کر پوشیدہ طور پر ہندوستان کی طرف چلے آئے۔ لہٰذا ان نادان مولویوں کے یہ سب قصے باطل ہیں اور یہ سب **خطرناک امیدیں** لغو ہیں اور ان کا نتیجہ بھی بجز مفسدانہ خیالات کے اور کچھ نہیں۔ اگر میرے مقابل پر ان لوگوں کے اعتقادات کا

تیسری شاخ میرے امور کی جس کو گورنمنٹ کی خدمت تک پہنچانا از حد ضروری ہے میرے وہ الہامی دعوے ہیں جو مذہب کے متعلق میں نے ظاہر کئے ہیں۔ جن کو بعض شریر اہل غرض خطرناک صورت پر اپنے رسالوں اور اخباروں میں لکھتے ہیں اور خلافِ واقعہ باتیں کرتے ہیں اور افترا سے کام لیتے ہیں میں یقین رکھتا ہوں کہ مجھے اپنی دانا گورنمنٹ کے سامنے اس بات کو مدلل لکھنے کی زیادہ ضرورت نہیں کہ وہ خدا جو اس دنیا کا بنانے والا اور آئندہ زندگی کی جاودانی امیدیں اور بشارتیں دینے والا ہے اس کا قدیم سے یہ قانونِ قدرت ہے کہ غافل لوگوں کی معرفت زیادہ کرنے کے لئے بعض اپنے بندوں کو اپنی طرف سے الہام بخشتا ہے اور ان سے کلام کرتا ہے اور اپنے آسمانی نشان اُن پر ظاہر کرتا ہے اور اس طرح وہ خدا کو روحانی آنکھوں سے دیکھ کر اور یقین اور محبت سے معمور ہو کر اس لائق ہو جاتے ہیں کہ وہ دوسروں کو بھی اس زندگی کے چشمہ کی طرف کھینچیں جس سے وہ پیتے ہیں تا غافل لوگ خدا سے پیار کر کے ابدی نجات کے مالک ہوں اور ہر ایک وقت میں جب دنیا میں خدا کی محبت ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور غفلت کی وجہ سے حقیقی پاک باطنی میں فتور آتا ہے تو خدا کسی کو اپنے بندوں میں سے الہام دے کر دلوں کو صاف کرنے کے لئے کھڑا کر دیتا ہے۔ سو اس زمانہ میں اس کام کے لئے جس شخص کو اُس نے اپنے ہاتھ سے صاف کر کے کھڑا کیا ہے وہ یہی عاجز ہے اور یہ عاجز خدا کے اُس پاک اور مقدس بندہ کی طرز پر دلوں میں حقیقی پاکیزگی کی تخم ریزی کے لئے کھڑا کیا گیا ہے جو آج سے قریباً انیس سو ~~۱۹۰۰~~ برس پہلے رومی سلطنت کے زمانہ میں گلیل کی بستیوں میں حقیقی نجات پیش کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا اور پھر پیلاطوس کی حکومت میں یہودیوں کی بہت سی ایذا کے بعد اُس کو خدا کی قدیم سنت کے موافق ان ملکوں سے ہجرت کرنی پڑی اور وہ ہندوستان میں تشریف لائے تا اُن یہودیوں کو خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچاویں جو بابل کے تفرقہ کے وقت ان ملکوں میں آئے تھے اور آخر ایک سو بیس کی عمر میں اس ناپائدار دنیا کو چھوڑ کر اپنے

﴿۱۱﴾

﴿۶۸﴾ کا فاصلہ ہے۔ لیکن حضرت مسیح نے بڑی عقلمندی سے افغانستان کا راہ اختیار کیا تا اسرائیل کی کھوئی بھیڑیں جو افغان تھے فیضیاب ہو جائیں۔ اور کشمیر کی مشرقی حد ملک تبت سے متصل ہے اس لئے کشمیر میں آ کر آسانی تبت میں جا سکتے تھے۔ اور پنجاب میں داخل ہو کر ان کے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ قبل اس کے جو کشمیر اور تبت کی طرف آویں ہندوستان کے مختلف مقامات کا سیر کریں۔ سو جیسا کہ اس ملک کی پرانی تاریخیں بتلاتی ہیں یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ حضرت مسیح نے نیپال اور بنارس وغیرہ مقامات کا سیر کیا ہوگا اور پھر جموں سے یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے۔ چونکہ وہ ایک سرد ملک کے آدمی تھے۔ اس لئے یہ یقینی امر ہے کہ ان ملکوں میں غالباً وہ صرف جاڑے تک ہی ٹھہرے ہوں گے اور اخیر مارچ یا اپریل کے ابتدا میں کشمیر کی طرف کوچ کیا ہوگا اور چونکہ وہ ملک بلاد شام سے بالکل مشابہ ہے اس لئے یہ بھی یقینی ہے کہ اس ملک میں سکونت مستقل اختیار کر لی ہوگی۔ اور ساتھ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو۔ افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے۔ کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی ہی اولاد ہوں۔ مگر افسوس کہ افغانوں کی قوم کا تاریخی شیرازہ نہایت درہم برہم ہے اس لئے ان کے قومی تذکروں کے ذریعہ سے کوئی اصلیت پیدا کرنا نہایت مشکل امر ہے۔ بہرحال اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ افغان بنی اسرائیل میں سے ہیں جیسا کہ کشمیری بھی بنی اسرائیل میں سے ہیں اور جن لوگوں نے اپنی تالیفات میں اس کے برخلاف لکھا ہے انہوں نے سخت دھوکا کھایا ہے اور فکر دقیق سے کام نہیں لیا۔ افغان اس بات کو مانتے ہیں کہ وہ قیس کی اولاد میں سے ہیں اور قیس بنی اسرائیل میں سے ہے۔ خیر اس جگہ اس بحث کو طول دینے کی ضرورت نہیں۔ ہم اپنی ایک کتاب میں اس بحث کو کامل طور پر لکھ چکے ہیں۔ اس جگہ صرف حضرت مسیح کی سیاحت کا ذکر ہے جو نصیبین کی راہ سے افغانستان میں ہو کر

﴿۶۹﴾ اور پنجاب میں گذر کر کشمیر اور تبت تک ہوئی۔ اس لمبے سفر کی وجہ سے آپ کا نام نبی سیاح بلکہ سیاحوں کا سردار رکھا گیا۔ چنانچہ ایک اسلامی فاضل امام عالم علامہ یعنی عارف باللہ ابی بکر محمد بن محمد ابن الولید الفہری الطرطوشی المالکی جو اپنی عظمت اور فضیلت میں شہرۂ آفاق ہیں اپنی کتاب سراج الملوک میں جو مطبع خیریہ مصر میں ۱۳۰۶ھ میں چھپی ہے یہ عبارت حضرت مسیح کے حق میں لکھتے ہیں جو صفحہ ۶ میں درج ہے۔ ”این عیسٰی روح اللّٰہ و کلمتہ رأس الزاھدین و امام السائحین“ یعنی کہاں ہے عیسیٰ روح اللہ وکلمۃ اللہ جو زاہدوں کا سردار اور سیاحوں کا امام تھا یعنی وہ وفات پا گیا اور ایسے ایسے انسان بھی دنیا میں نہ رہے۔ دیکھو اس جگہ اس فاضل نے حضرت عیسیٰ کو نہ صرف سیاح بلکہ سیاحوں کا امام لکھا ہے۔ ایسا ہی لسان العرب کے صفحہ ۴۳۱ میں لکھا ہے۔ ”قیل سُمِّیَ عیسٰی بمسیح لانّہٗ کان سائحًا فی الارض لا یستقرّ“۔ یعنی عیسیٰ کا نام مسیح اس لئے رکھا گیا کہ وہ زمین میں سیر کرتا رہتا تھا اور کہیں اور کسی جگہ اس کو قرار نہ تھا۔ یہی مضمون تاج العروس شرح قاموس میں بھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح وہ ہوتا ہے جو خیر اور برکت کے ساتھ مسح کیا گیا ہو یعنی اس کی فطرت کو خیر و برکت دی گئی ہو۔ یہاں تک کہ اس کا چھونا بھی خیر و برکت کو پیدا کرتا ہو اور یہ نام حضرت عیسیٰ کو دیا گیا اور جس کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ یہ نام دیتا ہے۔ اور اس کے مقابل پر ایک وہ بھی مسیح ہے جو شر اور لعنت کے ساتھ مسح کیا گیا یعنی اس کی فطرت شر اور لعنت پر پیدا کی گئی یہاں تک کہ اس کا چھونا بھی شر اور لعنت اور ضلالت پیدا کرتا ہے اور یہ نام مسیح دجال کو دیا گیا اور نیز ہر ایک کو جو اس کا ہم طبع ہو اور یہ دونوں نام یعنی مسیح سیاحت کرنے والا اور مسیح برکت دیا گیا یہ باہم ضد نہیں ہیں اور پہلے معنی دوسرے کو باطل نہیں کر سکتے کیونکہ خدائے تعالیٰ کی یہ بھی عادت ہے کہ ایک نام کسی کو عطا کرتا ہے اور کئی معنی اس سے مراد ہوتے ہیں اور سب اس پر صادق آتے ہیں۔ اب خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سیاح ہونا

جن کی درایت عمدہ نہیں تھی۔ عیسائیوں کے اقوال سُن کر جوارد گرد رہتے تھے پہلے کچھ یہ خیال تھا کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے جیسا کہ ابو ہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا لیکن جب حضرت ابو بکرؓ نے جن کو خدا نے علم قرآن عطا کیا تھا یہ آیت پڑھی تو سب صحابہ پر موت جمیع انبیاء ثابت ہو گئی اور وہ اِس آیت سے بہت خوش ہوئے اور اُن کا وہ صدمہ جو اُن کے پیارے نبی کی موت کا اُن کے دِل پر تھا جاتا رہا اور مدینہ کی گلیوں، کوچوں میں یہ آیت پڑھتے پھرے۔ اسی تقریب پر حسّان بن ثابت نے مرثیہ کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں یہ شعر بھی بنائے۔ **شعر**

﴿۱۹﴾

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ فَعَمِي عَلَيْكَ النَّاظِرُ

مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

یعنی تُو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھوں کی پُتلی تھا۔ مَیں تو تیری جُدائی سے اندھا ہو گیا۔ اب جو چاہے مرے عیسیٰ ہو یا موسیٰ۔ مجھے تو تیری ہی موت کا دھڑکا تھا۔ یعنی تیرے مرنے کے ساتھ ہم نے یقین کر لیا کہ دوسرے تمام نبی مر گئے ہمیں اُن کی کچھ پروا نہیں۔ **مصرعہ**

عجب تھا عشق اس دل میں محبت ہو تو ایسی ہو

پھر آپ لوگ خدا تعالیٰ کو اِس طرح پر جھوٹا قرار دیتے ہیں کہ خدا تو کہتا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد عیسیٰ اور اُس کی ماں کو ہم نے ایک **ٹیلہ** پر جگہ دی جس میں صاف پانی بہتا تھا یعنی چشمے جاری تھے بہت آرام کی جگہ تھی اور جنت نظیر تھی جیسا کہ فرماتا ہے وَ اٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ[1] یعنی ہم نے واقعہ صلیب کے بعد جو ایک بڑی مصیبت تھی عیسیٰ اور اُس کی ماں کو ایک بڑے ٹیلہ پر جگہ دی جو بڑے آرام کی جگہ اور پانی خوشگوار تھا یعنی خطۂ کشمیر۔

اب اگر آپ لوگوں کو عربی سے کچھ بھی مس ہے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اوی کا لفظ اُسی موقعہ پر آتا ہے کہ جب کسی مصیبت پیش آمدہ سے بچا کر پناہ دی جاتی ہے یہی محاورہ تمام قرآن شریف میں اور تمام اقوال عرب میں اور احادیث میں موجود ہے اور خدا تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے کہ

[1] المومنون : ۵۱

﴿۱۹﴾ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو یسوع اور جیزس یا یوز آسف کے نام سے بھی مشہور ہیں یہ اُن کا مزار ہے اور بموجب شہادت کشمیر کے معمّر لوگوں کے عرصہ انیس سو برس کے قریب سے یہ مزار سری نگر محلہ خان یار میں ہے۔

﴿۱۲﴾ کرّوی شکل پر پیدا کر کے اپنے قانون قدرت میں یہ ہدایت منقوش کی کہ اس کی ذات میں کرویت کی طرح وحدت اور یک جہتی ہے اس لئے بسیط چیزوں میں سے کوئی چیز سہ گوشہ پیدا نہیں کی گئی یعنی جو کچھ خدا کے ہاتھ سے پہلے پہلے نکلا جیسے زمین، آسمان، سورج، چاند اور تمام ستارے اور عناصر وہ سب کروی ہیں جن کی کرویت توحید کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ سو عیسائیوں سے سچی ہمدردی اور سچی محبت اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں کہ اس خدا کی طرف ان کو رہبری کی جائے جس کے ہاتھ کی چیزیں اس کو تثلیث سے پاک ٹھہراتی ہیں۔

اور مسلمانوں کے ساتھ بڑی ہمدردی یہ ہے کہ ان کی اخلاقی حالتوں کو درست کیا جائے اور ان کی ان جھوٹی امیدوں کو کہ ایک خونی مہدی اور مسیح کا ظاہر ہونا اپنے دلوں میں جمائے بیٹھے ہیں جو اسلامی ہدایتوں کی سراسر مخالف ہیں زائل کیا جائے۔ اور میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ حال کے بعض علماء کے یہ خیالات کہ مہدی خونی آئے گا اور تلوار سے اسلام کو پھیلائے گا یہ تمام خیالات قرآنی تعلیم کے مخالف اور صرف نفسانی آرزوئیں ہیں اور ایک نیک اور حق پسند مسلمان کے لئے ان خیالات سے باز آ جانے کے لئے صرف اسی قدر کافی ہے کہ قرآنی ہدایتوں کو غور سے پڑھے اور ذرہ ٹھہر کر اور فکر اور سوچ سے کام لے کر نظر کرے کہ کیونکر خدائے تعالیٰ کا پاک کلام اس بات کا مخالف ہے کہ کسی کو دین میں داخل کرنے کے لئے قتل کی دھمکی دی جائے۔ غرض یہی ایک دلیل ایسے عقیدوں کے باطل ثابت کرنے کے لئے کافی ہے لیکن تاہم میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ تاریخی واقعات وغیرہ روشن ثبوتوں سے بھی مذکورہ بالا عقائد کا باطل ہونا ثابت کروں۔ سو میں اس کتاب میں یہ ثابت کروں گا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے اور نہ کبھی امید رکھنی چاہئے کہ وہ پھر زمین پر آسمان سے نازل ہوں گے بلکہ وہ ایک سو بیس برس کی عمر پا کر سرینگر کشمیر میں فوت ہو گئے اور سرینگر محلّہ خان یار میں ان کی قبر ہے۔ اور میں نے صفائی بیان کے لئے اس تحقیق کو دس باب اور ایک خاتمہ پر منقسم کیا ہے۔ (۱) اول وہ شہادتیں جو اس بارے میں انجیل سے ہم کو ملی ہیں۔ (۲) دوم وہ شہادتیں جو اس بارے میں

﴿۵۳﴾

یہی چاہا کہ جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو مصلوب کرنا ایک مشہور امر تھا اور امور بدیہیہ مشہودہ محسوسہ میں سے تھا اسی طرح تطہیر اور بریّت بھی امور مشہودہ محسوسہ میں سے ہونی چاہئیے۔ سواب اسی کے موافق ظہور میں آیا یعنی تطہیر بھی صرف نظری نہیں بلکہ محسوس طور پر ہوگئی اور لاکھوں انسانوں نے اس جسم کی آنکھ سے دیکھ لیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے۔ اور جیسا کہ گلگتہ یعنی سری کے مکان پر حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچا گیا تھا ایسا ہی سری کے مکان پر یعنی سرینگر میں ان کی قبر کا ہونا ثابت ہوا۔ یہ عجیب بات ہے کہ دونوں موقعوں میں سری کا لفظ موجود ہے۔ یعنی جہاں حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر کھینچے گئے اس مقام کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے اور جہاں انیسویں صدی کے اخیر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر ثابت ہوئی اس مقام کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ گلگت کہ جو کشمیر کے علاقہ میں ہے یہ بھی سری کی طرف ایک اشارہ ہے۔ غالباً یہ شہر حضرت مسیح کے وقت میں بنایا گیا ہے اور واقعہ صلیب کی یادگار مقامی کے طور پر اس کا نام گلگت یعنی سری رکھا گیا۔ جیسا کہ لاسہ جس کے معنی ہیں معبود کا شہر۔ یہ عبرانی لفظ ہے اور یہ بھی حضرت مسیح کے وقت میں آباد ہوا ہے۔

اور احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ایک سو پچیس [۱۲۵] برس کی ہوئی ہے۔ اور اس بات کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں دو ایسی باتیں جمع ہوئی تھیں کہ کسی نبی میں وہ دونوں جمع نہیں ہوئیں۔ (۱) ایک یہ کہ انہوں نے کامل عمر پائی یعنی ایک سو پچیس [۱۲۵] برس زندہ رہے۔ (۲) دوم یہ کہ انہوں نے دنیا کے اکثر حصوں کی سیاحت کی۔ اس لئے نبی سیاح کہلائے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر وہ صرف تینتیس [۳۳] برس کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھائے جاتے تو اس صورت میں ایک سو پچیس [۱۲۵] برس کی روایت صحیح نہیں

جھوٹ

طور پر اُس کا وجود لیا ہے پس تمام ٹھوکران کی حدیثوں کے سبب سے تھی جو آخر کار ان کے بے ایمان ہونے کا موجب ہوگئی اور ممکن ہے کہ وہ لوگ ان حدیثوں کے معنوں میں بھی غلطی کرتے ہوں یا حدیثوں میں بعض انسانی الفاظ مل گئے ہوں۔ غرض شائد مسلمانوں کو اس واقعہ کی خبر نہیں ہوگی کہ یہودیوں میں حضرت مسیح کے منکر اہل حدیث ہی تھے انہوں نے ان پر شور مچایا اور تکفیر کا فتویٰ لکھا اور اُن کو کافر قرار دیا اور کہا کہ یہ شخص خدا کی کتابوں کو مانتا نہیں خدا نے الیاس کے دوبارہ آنے کی خبر دی اور یہ اس پیشگوئی کی تاویلیں کرتا اور بغیر کسی قرینہ صارفہ کے ان خبروں کو کسی اور طرف کھینچ کر لے جاتا ہے☆ اور حضرت مسیح کا نام انہوں نے صرف کافر ہی نہیں بلکہ ملحد بھی رکھا اور کہا کہ اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر دین موسوی باطل ہے وہ ان کے لئے فیج اعوج کا زمانہ تھا جھوٹی حدیثوں نے اُن کو دھوکا دیا۔ غرض حدیثوں کے پڑھنے کے وقت یہ خیال کر لینا چاہئے کہ ایک قوم پہلے اِس سے حدیث کو توریت پر قاضی ٹھہرا کر اس حالت تک پہنچ چکی ہے کہ ایک سچے نبی کو انہوں نے کافر اور دجال کہا اور اُس سے انکار کر دیا۔ تاہم مسلمانوں کے لئے صحیح بخاری نہایت متبرک اور مفید کتاب ہے یہ وہی کتاب ہے جس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے۔ ایسا ہی مسلم اور دوسری احادیث کی کتابیں بہت سے معارف اور مسائل کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہیں اور اس احتیاط سے

☆ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لکھا گیا اُس وقت وہ پولوس بھی مکفرین کی جماعت میں داخل تھا جس نے بعد میں اپنے تئیں رسول مسیح کے لفظ سے مشہور کیا یہ شخص حضرت مسیح کی زندگی میں آپ کا سخت دشمن تھا جس قدر حضرت مسیح کے نام پر انجیلیں لکھی گئیں ہیں ان میں سے ایک میں بھی یہ پیشگوئی نہیں ہے کہ میرے بعد پولوس توبہ کر کے رسول بن جائے گا اس شخص کے گزشتہ چال چلن کی نسبت لکھنا ہمیں کچھ ضرورت نہیں کہ عیسائی خوب جانتے ہیں افسوس ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت مسیح کو جب تک وہ اس ملک میں رہے بہت دکھ دیا تھا اور جب وہ صلیب سے نجات پا کر کشمیر کی طرف چلے آئے تو اس نے ایک جھوٹی خواب کے ذریعہ سے حواریوں میں اپنے تئیں داخل کیا اور تثلیث کا مسئلہ گھڑا اور عیسائیوں پر سؤر کو جو توریت کے رو سے ابدی حرام تھا حلال کر دیا اور شراب کو بہت وسعت دے دی اور انجیلی عقیدہ میں تثلیث کو داخل کیا تا ان تمام بدعتوں سے یونانی بُت پرست خوش ہو جائیں۔ منہ

عیسائی کب بگڑے؟
فلما توفیتنی کا جواب

تذکرہ

مجموعہ

الہامات، کشوف و رؤیا

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

۱۸۹۰ء

"مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک سخت بے دین ہندو سے اِس عاجز کی گفتگو ہوئی اور اس نے حد سے زیادہ تحقیر دینِ متین کے الفاظ استعمال کئے۔ غیرتِ دینی کی وجہ سے کسی قدر اِس عاجز نے وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ پر عمل کیا مگر چونکہ وہ ایک شخص کو نشانہ بنا کر درشتی کی گئی تھی اِس لئے الہام ہوا کہ

تیرے بیان میں سختی بہت ہے۔ رِفق چاہیئے رِفق۔"

(مکتوب بنام مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مکتوباتِ احمدیہ جلد چہارم صفحہ ۶)

جنوری ۱۸۹۱ء

توضیح مرام[1]

(توضیح مرام ٹائٹیل پیج)

۱۸۹۱ء

"فضل الرحمٰن[2] کی نسبت اِس عاجز کو پہلے سے ظنِ نیک ہے۔ ایک دفعہ اس کی نسبت

سَيُهْدٰى[3]

کا الہام ہو چکا ہے۔" (از مکتوب مورخہ ۹ مارچ ۱۸۹۱ء بنام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ۔ مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۹۰)

۱۸۹۱ء

"اللہ جلّ شانہٗ کی وحی اور الہام سے مَیں نے مثیلِ مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ بھی میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے بارہ میں پہلے سے قرآن شریف اور احادیثِ نبویہ میں خبر دی گئی ہے اور وعدہ دیا گیا ہے۔"

(از مکتوب بنام مولوی عبد الجبار صاحب مورخہ ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء۔ تبلیغِ رسالت جلد اوّل صفحہ ۱۵۹۔ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۲۰۷)

۱۸۹۱ء

"کل مَیں نے اپنے بازو پر یہ لفظ اپنے تئیں لکھتے ہوئے دیکھا کہ

مَیں اکیلا ہوں اور خدا میرے ساتھ ہے۔"

---

[1] اِس رسالہ توضیح مرام کا نام الہامی ہے۔ (مرتّب) [2] مفتی فضل الرحمٰن صاحب داماد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ۔ (مرتّب)

[3] (ترجمہ از مرتّب) وہ ضرور سیدھے راستہ پر ڈالا جائے گا۔

(نوٹ از عرفانی صاحب) مفتی فضل الرحمٰن صاحب کے رشتہ نکاح کے متعلق حضرت مولوی صاحب نے مشورہ پوچھا تھا..... حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مشورہ دیا اور الہامِ الٰہی نے اس کی تائید فرمائی۔ (مکتوبات جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۹۸، ۹۹)

تـــذکـــرہ

مجموعہ

الہامات ، کشوف و رؤیا

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵، ۵۱۶ - روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۷۷)

۱۸۹۱ء

"اُس نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے چنانچہ اُس کا الہام یہ ہے کہ

"مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اُس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تُو آیا ہے۔ وَكَانَ وَعْدُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا۔ اَنْتَ مَعِیَ وَاَنْتَ عَلَی الْحَقِّ الْمُبِیْنِ۔ اَنْتَ مُصِیْبٌ وَّمُعِیْنٌ لِّلْحَقِّ۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۱، ۵۶۲ - روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۰۲)

۱۸۹۱ء

"خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ

تُو مغلوب ہو کر یعنے بظاہر مغلوبوں کی طرح حقیر ہو کر پھر آخر غالب ہو جائے گا اور انجام تیرے لئے ہوگا۔ اور ہم وہ تمام بوجھ تجھ سے اُتار لیں گے جس نے تیری کمر توڑ دی۔ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تیری توحید، تیری عظمت، تیری کمالیت پھیلاوے۔ خدا تعالیٰ تیرے چہرہ کو ظاہر کرے گا اور تیرے سایہ کو لمبا کر دے گا۔ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ عنقریب اُسے ایک مُلکِ عظیم دیا جائے گا (......) اور خزائن اُس پر کھولے جائیں گے (.....) یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور تمہاری آنکھوں میں عجیب۔ ہم عنقریب تم میں ہی اور تمہارے اردگرد نشان دکھلاویں گے۔ حجّت قائم ہو جائے گی اور فتح کُھلی کُھلی ہوگی۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک بھاری جماعت ہیں۔ یہ سب بھاگ جائیں گے اور پیٹھ پھیر لیں گے۔ اگرچہ لوگ تجھے چھوڑ دیں گے پر مَیں نہیں چھوڑوں گا اور اگر لوگ تجھے نہیں بچائیں گے پر مَیں تجھے بچاؤں گا۔ مَیں اپنی چمکار دکھاؤں گا اور قدرت نمائی سے تجھے اُٹھاؤں گا۔ اے ابراہیم تجھ پر سلام۔ ہم نے تجھے خالص دوستی کے ساتھ چُن لیا۔ خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ تُو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید اور تفرید۔ خدا ایسا نہیں جو تجھے چھوڑ دے جب تک وہ خبیث کو طیّب سے جُدا نہ کرے۔ وہ تیرے مجد کو

---

۱ (ترجمہ از مرتب) اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ تُو میرے ساتھ ہے اور تُو روشن حق پر قائم ہے۔ تُو راہِ صواب پر ہے اور حق کا مددگار ہے۔

تذکرہ

مجموعہ

الہامات ، کشوف و رؤیا

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

وَمَا كَانُوْا مُنْتَهِيْنَ ..... وَلَيِنْ اَبَوْا فَاِنَّ الْعَذَابَ قَدْ حَانَ۔

(ترجمہ) جان کہ خدا تعالیٰ نے میرے دل میں پھونکا کہ یہ خسوف اور کسوف جو رمضان میں ہؤا ہے یہ دو خوفناک نشان ہیں جو اُن کے ڈرانے کے لئے ظاہر ہوئے ہیں جو شیطان کی پیروی کرتے ہیں جنہوں نے ظلم اور بے اعتدالی کو اختیار کرلیا..... اور اگر نافرمانی کی تو عذاب کا وقت تو آگیا" (نور الحق حصہ دوم صفحہ ۳۵ - روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸)

۱۸۹۴ء

" فَهَا اَنَا اَدْعُوْهُمْ كُلَّهُمْ كَدَعْوَتِيْ لِلنَّصَارٰى لِهٰذِهِ الْمُقَابَلَةِ ..... وَعُلِّمْتُ مِنْ رَّبِّيْ اَنَّهُمْ مِنَ الْمَغْلُوْبِيْنَ"[1] (نور الحق حصہ دوم آخری صفحہ متصل ٹیچ - روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۲۷۱، ۲۷۲)

۱۸۹۴ء

"وَبَشَّرَنِيْ وَقَالَ

"اِنَّ الْمَسِيْحَ الْمَوْعُوْدَ الَّذِيْ يَرْقُبُوْنَهٗ وَالْمَهْدِيَّ الْمَسْعُوْدَ الَّذِيْ يَنْتَظِرُوْنَهٗ هُوَ اَنْتَ۔ نَفْعَلُ مَا نَشَآءُ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ"[2]

(اتمام الحجۃ صفحہ ۳ - روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۲۷۵)

۱۸۹۴ء

" اِنَّكَ مِنَ الْمَامُوْرِيْنَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ"[3]

(سر الخلافہ صفحہ ۸ - روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۳۲۶)

۱۸۹۴ء

" وَاَظْهَرَ عَلَيَّ رَبِّيْ اَنَّ الصِّدِّيْقَ وَالْفَارُوْقَ وَعُثْمَانَ كَانُوْا مِنْ اَهْلِ الصَّلَاحِ وَالْاِيْمَانِ۔[4] وَكَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰثَرَهُمُ اللّٰهُ وَخُصُّوْا بِمَوَاهِبِ الرَّحْمٰنِ .....

وَاِنِّيْ اُخْبِرْتُ اَنَّهُمْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ۔ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَكَانَ مِنَ

---

[1] (ترجمہ از مرتّب) پس لو میں ان تمام (مکفّر مولویوں) کو اس مقابلہ کے لئے بلاتا ہوں جیسا کہ میں نے عیسائیوں کو بُلایا اور میرے رَبّ کی طرف سے مجھے علم دیا گیا ہے کہ وہ مغلوب ہوں گے۔

[2] (ترجمہ از مرتّب) خدا نے مجھے بشارت دی اور کہا کہ وہ مسیح موعود اور مہدی مسعود جس کا انتظار کرتے ہیں وہ تُو ہے۔ ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں پس تُو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

[3] (ترجمہ از مرتّب) تُو مامور ہے کہ ان لوگوں کو ڈرائے جن کے باپ دادوں کے پاس کوئی نذیر نہیں آیا تھا اور تا کہ مجرموں کی راہ اچھی طرح ظاہر ہو جائے۔

[4] (ترجمہ از مرتّب) اور میرے رَبّ نے مجھ پر یہ ظاہر کیا کہ صدّیقؓ اور فاروقؓ اور عثمانؓ صالح اور مومن تھے۔ اور اُن

کیا جائے کہ تمہیں کیوں ابن مریم کہا جائے اور کیا آج سے بیس[۲۰] بائیس[۲۲] برس پہلے بلکہ اس سے بھی زیادہ میری طرف سے یہ منصوبہ ہوسکتا تھا کہ میں اپنی طرف سے الہام تراش کر اول اپنا نام مریم رکھتا اور پھر آگے چل کر افترا کے طور پر یہ الہام بناتا کہ پہلے زمانہ کی مریم کی طرح مجھ میں بھی عیسیٰ کی روح پھونکی گئی اور پھر آخر کار صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں یہ لکھ دیتا کہ اب میں مریم میں سے عیسیٰ بن گیا۔ اے عزیزو! غور کرو اور خدا سے ڈرو ہرگز یہ انسان کا فعل نہیں یہ باریک اور دقیق حکمتیں انسان کے فہم اور قیاس سے بالاتر ہیں اگر براہین احمدیہ کی تالیف کے وقت جس پر ایک زمانہ گذر گیا مجھے اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو میں اُسی براہین احمدیہ میں یہ کیوں لکھتا کہ عیسیٰ مسیح ابن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا سو چونکہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہو جائے گی اس لئے گو اُس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو[۲] برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا پھر جب اُس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔ اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اس سرِ خفی کی مجھے خبر نہ دی حالانکہ وہ سب خدا کی وحی جو اس راز پر مشتمل تھی میرے پر نازل ہوئی اور براہین میں درج ہوئی مگر مجھے اُس کے معنوں اور اس ترتیب پر اطلاع نہ دی گئی اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو وہ۔۔۔ لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعویٰ نہیں جب تک کہ خود خدا تعالیٰ مجھے نہ سمجھاوے۔ سو اس وقت تک حکمتِ الٰہی کا یہی

تقاضا تھا کہ براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ میں نہ آتے مگر جب وقت آ گیا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں یہ وہی دعویٰ ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بتصریح لکھا گیا ہے۔ اس جگہ ایک اور الہام کا بھی ذکر کرتا ہوں اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے وہ الہام اپنے کسی رسالہ یا اشتہار میں شائع کیا ہے یا نہیں لیکن یہ یاد ہے کہ صدہا لوگوں کو میں نے سنایا تھا اور میری یادداشت کے الہامات میں موجود ہے اور وہ اُس زمانہ کا ہے جب کہ خدا نے **مجھے پہلے مریم کا خطاب دیا اور پھر نفخ روح کا الہام کیا۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا تھا** فاجاء ھا المخاض الی جذع النخلة قالت یالیتنی مت قبل ھذا و کنت نسیا منسیا یعنی پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے دردِ زِہ تنہ کھجور کی طرف لے آئی یعنی عوام الناس اور جاہلوں اور بے سمجھ علماء سے واسطہ پڑا جن کے پاس ایمان کا پھل نہ تھا جنہوں نے تکفیر و توہین کی اور گالیاں دیں اور ایک طوفان برپا کیا تب مریم نے کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور میرا نام و نشان باقی نہ رہتا یہ اس شور کی طرف اشارہ ہے جو ابتدا میں مولویوں کی طرف سے بہ ہیئت مجموعی پڑا اور وہ اس دعویٰ کی برداشت نہ کر سکے اور مجھے ہر ایک حیلہ سے انہوں نے فنا کرنا چاہا تب اُس وقت جو کرب اور قلق ناسمجھوں کا شور و غوغا دیکھ کر میرے دل پر گذرا اُس کا اس جگہ خدا تعالیٰ نے نقشہ کھینچ دیا ہے اور اس کے متعلق اور بھی الہام تھے جیسا لقد جئت شیئا فریا۔ ما کان ابوک امرء سوء وما کانت اُمّک بغیا اور پھر اس کے ساتھ کا الہام براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۲۱ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے۔ الیس اللّٰہ بکاف عبدہ ولنجعلہ ایة للناس ورحمة منا وکان امرا مقضیا۔ قول الحق الذی فیہ تمترون دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۶ سطر ۱۲ و ۱۳۔ (ترجمہ) اور لوگوں نے کہا کہ اے مریم تو نے یہ کیا مکروہ اور قابلِ نفرین کام دکھلایا جو راستی سے دور ہے تیرا باپ ☆ اور تیری ماں تو ایسے نہ تھے
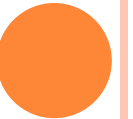
☆ **نوٹ:** اس الہام پر مجھے یاد آیا کہ بٹالہ میں فضل شاہ یا مہر شاہ نام ایک سید تھے جو میرے والد صاحب سے بہت

رفع ونزولِ عیسی علیہ السلام پر چند مشہَور اشکالات واعتراضات اور ان کا جائزہ

شبہ نمبر 1

حضرت عیسی علیہ السلام کا زندہ آسمان پر چلے جانا اور پھر اتنے لمبے عرصہ تک زندہ رہنا عقل میں نہیں آتا

ہر ایک جو اُن سے عداوت کرتا ہے آخر خاک میں ملایا جاتا ہے اور خدا اُن کی ہر بات میں اور حرکات میں اور اُن کے لباس میں اور مکان میں برکتیں رکھ دیتا ہے اور اُن کے دوستوں کا دوست اور اُن کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے۔ اور زمین اور آسمان کو اُن کی خدمت میں لگا دیتا ہے اور جیسا کہ زمین اور آسمان کی مخلوقات پر نظر ڈال کر ماننا پڑتا ہے کہ ان مصنوعات کا ایک خدا ہے ایسا ہی اُن تمام نصرتوں اور تائیدوں اور نشانوں پر نظر ڈال کر جو اُن کے لئے خدا تعالیٰ ظاہر فرماتا ہے قبول کرنا پڑتا ہے کہ وہ مقبول الٰہی ہیں پس وہ اُن تائیدوں اور نصرتوں اور نشانوں سے شناخت کئے جاتے ہیں کیونکہ وہ اس کثرت اور اس صفائی سے ہوتے ہیں کہ اُن میں کوئی دوسرا شریک اُن کا ہو ہی نہیں سکتا۔

ماسوا اس کے جس طرح خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے صفاتِ اخلاقیہ سے دلوں میں اپنی محبت جماوے ایسا ہی اُن کی صفاتِ اخلاقیہ میں اِس قدر معجزانہ تاثیر رکھ دیتا ہے کہ دل اُن کی طرف کھنچے جاتے ہیں۔ وہ ایک عجیب قوم ہے کہ مَرنے کے بعد زندہ ہوتے ہیں اور کھونے کے بعد پاتے ہیں اور اِس قدر زور سے صدق اور وفا کی راہوں پر چلتے ہیں کہ اُن کے ساتھ خدا کی ایک الگ عادت ہو جاتی ہے گویا اُن کا خدا ایک الگ خدا ہے جس سے دُنیا بے خبر ہے۔ اور اُن سے خدا تعالیٰ کے وہ معاملات ہوتے ہیں جو دوسروں سے وہ ہرگز نہیں کرتا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا اِس لئے ہر ایک ابتلاء کے وقت خدا نے اُس کی مدد کی جبکہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا خدا نے آگ کو اُس کے لئے سرد کر دیا۔ اور جب ایک بدکردار **بادشاہ** اُن کی بیوی سے بدارادہ رکھتا تھا تو خدا نے اُس کے اُن ہاتھوں پر بلا نازل کی جن کے ذریعہ سے وہ اپنے پلید ارادہ کو پورا کرنا چاہتا تھا۔ پھر جبکہ ابراہیم نے خدا کے حکم سے اپنے پیارے بیٹے کو جو اسمٰعیل تھا ایسی پہاڑیوں میں ڈال دیا جن میں نہ پانی نہ دانہ تھا تو خدا نے غیب سے اُس کے لئے پانی اور سامانِ خوراک پیدا کر دیا۔ ﴿۵۰﴾

اور ظاہر ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ظالم لوگ اُن کو ہلاک کر دیتے ہیں اور آگ میں ڈالتے اور پانی میں غرق کر دیتے ہیں اور کوئی مدد خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کو نہیں پہنچتی گو وہ

﴿۳۹۳﴾ مولویوں کو جواب دیا کہ اس زمانہ کے حرامکار لوگ مجھ سے معجزہ مانگتے ہیں لیکن اُن کو بجز یونس نبی کے معجزہ کے اور کوئی معجزہ نہیں دکھایا جائے گا۔

یعنی یہ معجزہ دکھایا جائے گا کہ جیسے یونس نبی تین دن مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور مرا نہیں۔ ایسا ہی قدرت الٰہی سے مسیح بھی تین دن تک بحالت زندگی قبر میں رہے گا اور نہیں مرے گا۔

اب خیال کرنا چاہیئے کہ اگر مسیح کے الفاظ مذکورہ بالا کو حقیقی موت پر حمل کر لیں تو یہ معجزہ یونس کی مشابہت کا باطل ہو جائے گا کیونکہ یونس مچھلی کے پیٹ میں بحالت زندگی رہا تھا نہ مردہ ہو کر۔ سو اگر مسیح مر گیا تھا اور موت کی حالت میں قبر میں داخل کیا گیا تو اس کو یونس کے اس واقعہ سے کیا مشابہت۔ اور یونس کے واقعہ کو اسکے اس واقعہ سے کیا مناسبت؟ اور مُردوں کو زندوں سے کیا مماثلت سو یہ کافی اور کامل قرینہ ہے کہ مسیح کا یہ کہنا کہ میں تین دن تک مروں گا حقیقت پر محمول نہیں بلکہ اس سے مجازی موت مراد ہے جو سخت غشی کی حالت تھی۔

اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ مسیح نے مصلوب ہونے کے وقت یہ بھی کہا تھا کہ آج میں بہشت میں داخل ہوں گا، پس اس سے صفائی کے ساتھ مسیح کا فوت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ﴿۳۹۴﴾ سو واضح ہو کہ مسیح کو بہشت میں داخل ہونے اور خدائے تعالیٰ کی طرف اُٹھائے جانے کا وعدہ دیا گیا تھا مگر وہ کسی اور وقت پر موقوف تھا جو مسیح پر ظاہر نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں **انّی متوفیک ورافعک الیّ** وارد ہے۔ سو اُس سخت گھبراہٹ کے وقت میں مسیح نے خیال کیا کہ شاید آج ہی وہ وعدہ پورا ہوگا۔ چونکہ مسیح ایک انسان تھا اور اس نے دیکھا کہ تمام سامان میرے مرنے کے موجود ہو گئے ہیں لہٰذا اس نے برعایتِ اسباب گمان کیا کہ شاید آج میں مر جاؤں گا۔ سو بباعث ہیبت تجلّی جلالی حالت موجودہ کو دیکھ کر ضعف بشریت اُس پر غالب ہو گیا تھا تبھی اس نے دل برداشتہ ہو کر کہا **ایلی ایلی لما سبقتنی** یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا!

ملفوظات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود

بانی جماعت احمدیہ

جلد دوم

آپ کی پیدائش میں بھی بشارت تھی اور آپ کی زبانی بھی۔ انجیل میں بھی مسیح نے باغ کی تمثیل میں اس امر کو بیان کر دیا ہے اور اپنے آپ کو مالک باغ کے بیٹے کی جگہ ٹھہرایا ہے۔ بیٹے کا محاورہ انجیل اور بائیبل میں عام ہے۔ اسرائیل کی نسبت آیا ہے کہ اسرائیل فرزند من بلکہ نخست زادہ من است۔ آخر اس تمثیل میں بتایا گیا ہے کہ بیٹے کے بعد وہ مالک خود آکر باغبانوں کو ہلاک کردے گا اور باغ دوسروں کے سپرد کر دے گا۔ یہ اشارہ تھا اس امر کی طرف کہ نبوت ان کے خاندان سے جاتی رہی۔ پس مسیح کا بن باپ پیدا ہونا اس امر کا نشان تھا۔

پھر سوال کیا گیا کہ مسیح کے بن باپ پیدا ہونے پر عقلی دلیل کیا ہے؟ فرمایا :۔

آدم کے بن باپ پیدا ہونے پر کیا دلیل ہے اور عقلی امتناع بن باپ پیدا ہونے میں کیا ہے۔ عقل انسان کو خدا سے نہیں ملاتی بلکہ خدا سے انکار کراتی ہے۔ پکا فلسفی وہ ہوتا ہے جو خدا کو نہیں مانتا۔ بھلا آپ سوچ کر دیکھیں کہ اس بات میں عقل ہمیں کیا بتلاتی ہے کہ جو کچھ ہم بول رہے ہیں یہ کہاں جاتا ہے کیا کسی جگہ بند ہوتا ہے یا یونہی ہوا میں اُڑ جاتا ہے۔ عقل کے جس قدر ہتھیار ہیں وہ سب تھکے ہیں۔ مگر ہم خدا تعالیٰ کے وعدوں اور نشانوں کو دیکھتے ہیں تب یقین کرتے ہیں کہ خدا ہے۔ ایک فلسفی اگر بہت خوض اور تدبر کے بعد کوئی نتیجہ نکالے گا تو وہ صرف اس قدر کہ ایک خدا ہونا چاہئے مگر ہے اور ہونا چاہئے میں بہت بڑا فرق ہے مثلاً اگر ہم کہیں کہ اگر دو آنکھیں ہمارے آگے ہیں تو دو پیچھے کی طرف بھی ہونی چاہئیں تھیں تاکہ انسان پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا اور اگر کوئی دشمن پیچھے سے حملہ کرنا چاہتا تو وہ اپنی حفاظت کر سکتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ پیچھے کی طرف آنکھیں نہیں ہیں۔ اسی طرح ہے اور ہونا چاہئے میں بہت فرق ہے۔ غرضیکہ عقل سے بالکل خدا تعالیٰ کا وجود ثابت نہیں ہو سکتا۔

عقل کی حیثیت

عرب صاحب نے کہا کہ اسلام کا کوئی مسئلہ عقل کے خلاف نہیں؟

حضرت اقدس نے فرمایا :۔

یہ سچ ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ عقل بالکل نکمی شئے ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے روٹی کے ساتھ سالن کی۔ اس کے سہارے انسان کھانا خوب کھا لیتا ہے۔ ایسے ہی عقل ہے کہ اس سے (ذرا معرفت خدا) میں مزا آجاتا ہے ورنہ یوں (خالی) عقل اس میدان میں بڑی نکمی ہے۔ خدا کی معرفت دوسرے حواس سے ہے کہ اس میں یہ عقل کوئی کام نہیں کرتی۔ نہ تسلی دیتی ہے ایک

نیکی کرتا ہے۔ سو یہ اخلاقی ترقی کا آخری کمال ہے کہ ہمدردی خلائق میں کوئی نفسانی مطلب یا مدّعا یا غرض درمیان نہ ہو بلکہ اخوت و قرابت انسانی کا جوش اس اعلیٰ درجہ پر نشوونما پا جائے کہ ﴿۸۳۵﴾ خود بخود بغیر کسی تکلّف کے اور بغیر پیش نہاد رکھنے کسی قسم کی شکرگذاری یا دعا یا اور کسی قسم کی پاداش کے وہ نیکی فقط فطرتی جوش سے صادر ہو۔

عزیزو! اپنے سلسلہ کے بھائیوں سے جو میری اس کتاب میں درج ہیں باستثنا اس شخص کے کہ بعد اس کے خدائے تعالیٰ اس کو ردّ کر دیوے خاص طور سے محبت رکھو اور جب تک کسی کو نہ دیکھو کہ وہ اس سلسلہ سے کسی مخالفانہ فعل یا قول سے باہر ہو گیا تب تک اس کو اپنا ایک عضو سمجھو۔ لیکن جو شخص مکّاری سے زندگی بسر کرتا ہے اور اپنی بدعہدیوں یا کسی قسم کے جور و جفا سے اپنے کسی بھائی کو آزار پہنچاتا ہے یا وساوس و حرکاتِ مخالف عہد بیعت سے باز نہیں آتا وہ اپنی بدعملی کی وجہ سے اس سلسلہ سے باہر ہے۔ اس کی پرواہ نہ کرو۔

چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے اور خدائے تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو۔ اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔ توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ اور اپنے مولیٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدّم رکھو اور اسلام کے لئے سارے دُکھ اُٹھاؤ۔ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ [1]

---

[1] اٰل عمران: ۱۰۳

داخل کیا جاتا ہے؟ سو اُن کا نبی کے زمانہ میں خاموشی اختیار کرنا ہمیشہ کے لئے حجت ہو گئی اور
اُن کے ساختہ پرداختہ کا اثر اُن کی آنے والی ذرّیتوں پر بھی پڑا۔ کیونکہ سلف خلف کے لئے ﴿۳۷۵﴾
بطور وکیل کے ہوتے ہیں اور ان کی شہادتیں آنیوالی ذرّیت کو ماننی پڑتی ہیں۔

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے جو اس بحث کو چھیڑا کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا بلکہ اپنی موت سے فوت ہوا۔ اس تمام بحث سے یہی غرض تھی کہ مسیح کے مصلوب ہونے سے دو مختلف فرقے یعنی یہود اور عیسائی دو مختلف نتیجے اپنی اپنی اغراض کی تائید میں نکالتے تھے۔ یہودی کہتے تھے کہ مصلوب ہو گیا اور توریت کی رُو سے مصلوب لعنتی ہوتا ہے۔ یعنی قرب الٰہی سے مہجور اور رفع کی عزت سے بے نصیب رہتا ہے اور شانِ نبوت اس حالتِ ذلّت سے برتر واعلیٰ ہے۔ اور عیسائیوں نے یہودیوں کی لعن وطعن سے گھبرا کر یہ جواب بنالیا تھا کہ مسیح کا مصلوب ہونا اُس کے لئے مضر نہیں بلکہ یہ لعنت اُس نے اِس لئے اپنے ذمہ لے لی کہ تا گنہگاروں کو لعنت سے چھڑاوے۔ سو خدائے تعالیٰ نے ایسا فیصلہ کیا کہ ان دونوں فریق کے بیانات مذکورہ بالا کو کالعدم کر دیا اور ظاہر فرما دیا کہ کسی کو اِن دونوں گروہ میں سے مسیح کے مصلوب ہونے پر یقین نہیں اور اگر ہے تو وہ سامنے آوے۔ سو وہ بھاگ گئے اور کسی نے دم ﴿۳۷۶﴾ بھی نہ مارا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف کا ایک معجزہ ہے جو اس زمانہ کے نادان مولویوں کی نگاہ سے چُھپا ہوا ہے **اور مجھے اُس ذات کی قسم ہے کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی اور اسی وقت کشفی طور پر یہ صداقت مذکورہ بالا میرے پر ظاہر کی گئی ہے اور اُسی معلّم حقیقی کی تعلیم سے میں نے وہ سب لکھا ہے جو ابھی لکھا ہے۔ فالحمد للّٰہ علٰی ذالک۔**

اور عقلی طور پر بھی اگر دیکھا جائے تو اس بیان کی سچائی پر ہر یک عقل سلیم گواہی دے گی کیونکہ خدائے تعالیٰ کا کلام لغو باتوں سے منزّہ ہونا چاہئے۔ اور ہر یک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اگر اس بحث میں یہ مقاصد عظمٰی درمیان نہ ہوں تو یہ سارا بیان ایسا لغو ہو گا

اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ

تفسیرِ صغیر

قرآن مجید
کا
اُردو با محاورہ ترجمہ مع مختصر تفسیر

از

الحاج حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

ناشر

ادارۃ المصنفین ربوہ ضلع جھنگ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۵﴾

اور ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا تھا پس وہ ان میں نو سو پچاس[1] سال تک رہا، سو اُس کی قوم کے لوگوں کو طوفان نے آلیا اور وہ ظالم تھے۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

پس ہم نے اس کو اور اس کی کشتی میں بیٹھنے والے ساتھیوں کو نجات دی اور ہم نے اس واقعہ کو تمام جہان کے لوگوں کے لیے ایک نشان بنا دیا۔

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷﴾

اور ہم نے ابراہیم کو بھی رسول بنا کر بھیجا تھا جب اس نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو۔ اگر تم جانتے ہو تو یہ تمہارے لیے بہت اچھا ہے۔

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۸﴾

تم اللہ کے سوا دوسری ہستیوں کی عبادت کرتے ہو اور مذہب کے بارے میں جھوٹی باتیں بناتے ہو۔ وہ ہستیاں جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو تمہیں رزق نہیں دے سکتیں پس اللہ سے اپنا رزق مانگو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔ تم کو اُسی کی طرف لوٹا کر لے جایا جائے گا۔

وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۹﴾

اور اگر تم میری بات کو جھوٹا قرار دو تو یہ کوئی نئی بات نہیں، تم سے پہلی قوموں نے بھی (اپنے رسولوں کو) جھٹلایا تھا اور رسول کا کام تو صرف کھول کر پہنچانا ہوتا ہے (زبردستی منوانا نہیں ہوتا)

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۰﴾

کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ پیدائش عالم کو کس طرح پہلی دفعہ شروع کرتا ہے پھر اس کو بار بار لوٹاتا جاتا ہے یہ کام اللہ کے لیے[2] بالکل آسان ہے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

تُو کہہ ملک میں چاروں طرف پھر پھر دیکھو کہ اللہ نے مخلوق کی پیدائش کس طرح شروع کی تھی پھر مرنے کے بعد[3] ان کو دوبارہ زندہ کرتا چلا گیا اللہ

---

[1] مراد نوح کی عمر نہیں بلکہ اُن کی نبوت کا زمانہ مراد ہے یا اُن کی قوم کا وہ زمانہ مراد ہے جس میں وہ نیک ہی رہے چنانچہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ (صافات ع) یعنی ابراہیم بھی نوح کے اتباع میں سے تھے پس نوح کی عمر اوّل ابراہیم تک لمبی ہوتی اور پھر حضرت یوسف بلکہ حضرت موسیٰ تک لمبی ہوتی۔ [2] علیٰ کے معنے بعد کے بھی آتے ہیں جس کے معنے "لیے" کے ہوتے ہیں اور وہی معنے اس جگہ اختیار کیے گئے ہیں۔

[3] اس جگہ آخرت کا ذکر نہیں بلکہ اس دنیا کا ذکر ہے اور اس دنیا میں مُردے زندہ ہو کر نہیں آتے پس یہ آیت ایک واضح ثبوت ہے اس بات کا کہ پیدائش اوّل سے مراد قوموں کو مملکت بخشنا اور پیدائش ثانی سے مراد غالب قوموں کے زوال کے بعد پھر دوبارہ ان میں بیداری پیدا کرنا ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ (باقی اگلے صفحہ پر)

ملفوظات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود

بانی جماعت احمدیہ

جلد اول

کر بند کر دیا گیا تھا۔

اب ولایت یورپ اور امریکہ سے ہر روز ہزاروں لاکھوں بوتلوں میں لَمْ یَتَسَنَّہْ کھانے پکے پکائے چلے آتے ہیں۔ لَمْ یَتَسَنَّہْ کا اثر تو ہندوؤں کے جوگ پر پڑتا ہے اور آج کل کی علمی بلند پروازیوں کی حقیقت کھولتا ہے کہ قرآن کریم میں پہلے سے درج ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جیسے ہوا کے ایک خاص اثر سے کھانا مرجاتا ہے۔ اسی طرح انسان پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ اب اگر خاص ترکیب سے کھانے کو اس ہوا کے اثر سے محفوظ رکھ کر زندہ رکھا جاتا ہے، تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔

ممکن ہے کہ آئندہ کسی زمانہ میں یہ حقیقت بھی کھل جائے کہ انسان پر کھانے کی طرح عمل ہو سکتا ہے۔ یہ عُلوم ہیں۔ اُن کے ماننے سے کوئی حرج لازم نہیں آتا۔

آجکل کی تحقیقات اور علمی تجربوں نے ایسے موزے بنالئے ہیں کہ انسان اُن کو پہن کر دریا پر چل سکتا ہے اور ایسے کوٹ ایجاد ہوگئے ہیں کہ آگ یا بندوق کی گولی اُن پر اپنا اثر نہیں کر سکتی۔ اسی طرح سے لَمْ یَتَسَنَّہْ کی حقیقت جو قرآن کریم کے اندر مرکوز ہے، علمی طور پر بھی ثابت ہو جائے، تو کیا تعجب ہے؟ ہوا کا اثر کھانے کو تباہ کرتا ہے اور انسان کے لیے بھی ہوا کا بڑا تعلق ہے۔ ہوا کے دو حصے ہیں۔ ایک قسم کی ہوا اندر جاتی ہے، تو اندر تازگی پیدا ہوتی ہے۔ دُوسری دم کے ساتھ باہر آتی ہے۔ جو جلی ہوئی متعفن ہوا ہوتی ہے۔ غرض اگر لَمْ یَتَسَنَّہْ والی بات نکل آوے۔ تو ہمارا تو کچھ بھی حرج نہیں۔ بلکہ جسقدر علوم طبعی پھیلتے جاتے ہیں اور پھیلیں گے اسی قدر قرآن کریم کی عظمت اور خوبی ظاہر ہوگی۔

ہم تو آئے دن دیکھتے ہیں کہ ولایت کے پکے ہوئے شوربے اور گوشت ہندوستان میں آتے ہیں اور بگڑتے نہیں۔ ولائتی ادویات ہزاروں میل سے آتی ہیں اور مہینوں برسوں پڑی رہتی ہیں، خراب نہیں ہوتی ہیں مجھے ایک شخص نے بتلایا کہ اگر انڈے کو سرسوں کے تیل میں رکھ چھوڑیں، تو نہیں بگڑتا۔

اس طرح پر ممکن ہے کہ انسان کے شباب اور طاقتوں پر بھی اثر پڑے بعض مسلمانوں نے بھی دم سادھنے کی کوشش کی ہے۔ خود میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں دن میں دو بار سانس لیتا ہوں یہ عملی شہادت ہے کہ ہوا کو سڑنے میں دخل ہے اس قسم کی ہوا سے جب بچایا جاوے تو انسان کی عمر بڑھ جاوے، تو حرج کیا ہے اور عمر کا بڑھنا امکان میں ہے تو کیا حرج ہے۔

قاعدہ کی بات ہے کہ جس قدر حکمتیں ایجاد ہوتی ہیں یا تو طبعی طور پر خدا نے قاعدہ رکھا ہوا ہے یا عناصر کے نظام میں بات رکھی ہوتی ہے۔ کوئی محقق دیکھ کر بات نکال لیتا ہے۔ ہم کو اس پر کوئی بحث نہیں ہے۔

﴿۵۱﴾

ہوتا ہے مگر کبھی مدتوں اور برسوں کے بعد ایک قسم کی نبات اس میں پیدا ہو جاتی ہے جو نہایت شیریں اور لذیذ ہوتی ہے اب جس شخص نے اس نبات کو کبھی نہ دیکھا ہو اور معمولی قدیمی تلخی کو دیکھتا آیا ہو بے شک وہ اس نبات کو ایک امر طبعی کی نقیض سمجھے گا ایسا ہی بعض دوسری نوع کی چیزوں میں بھی دور دراز عرصہ کے بعد کوئی نہ کوئی خاصہ نادر ظہور میں آ جاتا ہے۔ کچھ تھوڑا عرصہ گزرا ہے کہ مظفر گڈھ میں ایک ایسا بکرا پیدا ہوا کہ جو بکریوں کی طرح دودھ دیتا تھا۔ جب اس کا شہر میں بہت چرچا پھیلا تو میکالف صاحب ڈپٹی کمشنر مظفر گڈھ کو بھی اطلاع ہوئی تو انہوں نے یہ ایک عجیب امر قانون قدرت کے برخلاف سمجھ کر وہ بکرا اپنے روبرو منگوایا چنانچہ وہ بکرا جب ان کے روبرو دوہا گیا تو شاید قریب ڈیڑھ سیر دودھ کے اس نے دیا اور پھر وہ بکرا بحکم صاحب ڈپٹی کمشنر عجائب خانہ لاہور میں بھیجا گیا۔ تب ایک شاعر نے اس پر ایک شعر بھی بنایا اور وہ یہ ہے۔

مظفر گڈھ جہاں پر ہے مکالف صاحب عالی یہاں تک فضل باری ہے کہ بکرا دودھ دیتا ہے

اس کے بعد تین معتبر اور ثقہ اور معزز آدمی نے میرے پاس بیان کیا کہ ہم نے بچشم خود چند مردوں کو عورتوں کی طرح دودھ دیتے دیکھا ہے بلکہ ایک نے ان میں سے کہا کہ امیر علی نام ایک سید کا لڑکا ہمارے گاؤں میں اپنے باپ کے دودھ ہی سے پرورش پایا تھا کیونکہ اس کی ماں مرگئی تھی۔ ایسا ہی بعض لوگوں کا تجربہ ہے کہ کبھی ریشم کے کیڑے کی مادہ بے نر کے انڈے دے دیتی ہے اور ان میں سے بچے نکلتے ہیں۔ بعض نے یہ بھی دیکھا کہ چوہا مٹی خشک سے پیدا ہوا جس کا آدھا دھڑ تو مٹی تھی اور آدھا چوہا بن گیا۔ حکیم فاضل قرشی یا شاید علّامہ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک بیمار ہم نے دیکھا جس کا کان ماؤف ہو کر بہرہ ہو گیا تھا پھر کان کے نیچے ایک ناسور سا پیدا ہو گیا جو آخر وہ سوراخ سے ہو گئے اس سوراخ کی راہ سے وہ برابر سن لیتا تھا گویا خدا نے اس کے لئے دوسرا کان عطا کیا۔ ان دونوں طبیبوں میں سے ایک نے اور غالباً قرشی نے خود اپنی اڈّی میں سوراخ ہو کر اور پھر اس راہ سے مدت تک براز یعنے پاخانہ آتے رہنا تحریر کیا ہے۔ جالینوس سے سوال کیا گیا کہ کیا انسان آنکھوں

کیا حضرت عیسی علیہ السلام کا بن باپ کے پیدا ہونا اور پھر پیدائش کے فوراً بعد اپنی والدہ کی گود میں کلام کرنا عقل میں آتا ہے؟

انبیاء کے معجزات، مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کے لیے پہاڑ سے اونٹنی کا نکلنا، حضرت موسی علیہ السلام کے عصا کا اژدھا بن جانا یہ سب عقل میں نہیں آتا تو کیا انبیاء کے معجزت کا انکار کر دیا جائے؟

شبہ نمبر 2

حضرت عیسی علیہ السلام آسمان پر کیا کھاتے پیتے ہونگے؟

جواب نمبر 1

جنت سے زمین پر آنے سے پہلے جو خوراک حضرت آدم علیہ السلام کی تھی وہی خوراک حضرت عیسی علیہ السلام کی بھی ہوتی ہوگی،
کیونکہ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے :

ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم (آل عمران:59)

بے شک عیسی کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی حالت کی طرح ہے

و ذُرِیً. هذا بیان بعض العلماء ، وأما صاحب ”الإنسان الکامل“
یہ تو بعض علماء کا قول ہے مگر صاحب کتاب انسان کامل عبد الکریم نے
عبدُالکریم الذی هو من المتصوفین، فبلّغ الأمرَ إلی النهایة، وقال إن
جو متصوفین میں سے ہے اس بارے میں حد ہی کر دی اور کہا کہ تثلیث
التثلیث بمعنی حق ولا حرج فیه، وإن عیسٰی کذا و کذا، بل أشار إلی أنه
ایک معنی کے رو سے حق ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں اور عیسٰی ایسا ہے اور ایسا ہے بلکہ اس طرف اشارہ کر دیا کہ
لیس بمخلوق. ومنهم من اعتدی فی کذبه وقال بسم اللّٰه الآب والابن
وہ خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سے نہیں ہے اور بعض آدمی جھوٹ بولنے میں بہت بڑھ گئے اور یہ لکھا کہ بسم اللہ الاب والابن و
وروح القدس. کذلک أیّدوا الفِریة ونصروها. وکان الکذب فی أول
روح القدس اسی طرح انہوں نے جھوٹ کی تائید کی اور جھوٹ کو مدد دی اور جھوٹ پہلے پہلے تو
الأمر قلیلًا، ثمّ من جاء بعد کاذبٍ ألحقَ بکذبه کذبا آخر، حتی ارتفعت
تھوڑا تھا پھر جو شخص ایک جھوٹے کے بعد آیا اُس نے کچھ اپنی طرف سے بھی پہلے جھوٹ پر زیادہ کیا یہاں تک کہ جھوٹ کی
عمارة الکذب، وجُعل ابنُ عجوزةٍ ابنَ اللّٰه، وبعد ذلک جُعل إلٰهَ العالمین،
عمارت بہت اونچی ہوگئی اور ایک بڑھیا عورت کا بچہ خدا کا بیٹا بنایا گیا اور پھر خدا کر کے مانا گیا خبردار رہو کہ
ألا لعنة اللّٰه علی الکاذبین. إنْ عیسی إلّا نبی اللّٰه کأنبیاء آخرین، وإنْ هو إلا
جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے عیسٰی صرف اور نبیوں کی طرح ایک نبی خدا کا ہے اور وہ
خادم شریعة النبی المعصوم الذی حرّم اللّٰه علیه المراضع حتی أقبلَ علی
اُس نبی معصوم کی شریعت کا ایک خادم ہے جس پر تمام دودھ پلانے والی حرام کی گئی تھیں یہاں تک کہ
ثدی أُمّه، وکلّمه ربُّه علی طور سینین وجعله من المحبوبین. هذا هو موسٰی ☆
اپنی ماں کی چھاتیوں تک پہنچایا گیا اور اس کا خدا کوہ سینا میں اُس سے ہمکلام ہوا اور اس کو پیارا بنایا یہ وہی موسٰی ☆

☆ (الفائدة) کلّم اللّٰه موسٰی علی جبل و کلم الشیطٰن عیسٰی علی جبل فانظر الفرق بینهما ان کنت من الناظرین . منه
خدا ایک پہاڑ پر موسیٰ سے ہمکلام ہوا اور ایک پہاڑ پر شیطان عیسٰی سے ہمکلام ہوا سو اس دونوں قسم کے
مکالمہ میں غور کر اگر غور کرنے کا مادہ ہے۔۱۲

فتَی اللّٰه الذی أشار اللّٰه فی کتابه إلٰی حیاته، وفرض علینا أن نؤمن بأنه
مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہوگیا ہے کہ ہم اس بات پر ایمان لاویں
حیٌّ فی السماء ولم یمت ولیس من المیتین.
کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہے اور مُردوں میں سے نہیں۔

و أما نزول عیسٰی من السّماء فقد أثبتنا بطلانه فی کتابنا الحمامة،
مگر یہ بات کہ حضرت عیسٰیؑ آسمان سے نازل ہوں گے سو ہم نے اس خیال کا باطل ہونا اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ
وخلاصته أنّا لا نجد فی القرآن شیئا فی هذا الباب من غیر خبر وفاته الذی
میں بخوبی ثابت کر دیا ہے اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ہم قرآن میں بغیر وفات حضرت عیسٰیؑ کے اور کچھ ذکر نہیں پاتے اور
نجدها فی مقامات کثیرة من الفرقان الحمید. نعَمْ جاء لفظ النزول فی
وفات کا ذکر نہ ایک جگہ بلکہ کئی مقامات میں پاتے ہیں۔ ہاں بعض احادیث میں نزول کا
بعض الأحادیث، ولکنه لفظ قد کثر استعماله فی لسان العرب علی نزول
لفظ آیا ہے لیکن وہ لفظ ایسا ہے کہ زبان عرب میں اکثر استعمال اس کے
المسافرین إذا نزلوا من بلدة ببلدة أو من مُلک بملک متغربین.
مسافروں کے حق میں ہے جب وہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں وارد ہوں اور یا ایک ملک سے دوسرے
والنزیل هو المسافر کما لا یخفی علی العالمین.
ملک میں سفر کر کے آویں اور نزیل تو مسافر کو ہی کہتے ہیں جیسا کہ جاننے والوں پر پوشیدہ نہیں۔

و أمّا لفظ التوفی الذی یوجد فی القرآن فی حق المسیح
مگر توفّی کا لفظ جو قرآن میں حضرت مسیح اور دوسروں کے حق میں پایا جاتا ہے سو اس میں بغیر معنے مارنے کے
وغیره من بنی آدم فلا سبیل فیه إلی تآویل أخری بغیر الإماتة، وأخذنا
اور کوئی تاویل نہیں ہو سکتی اور یہ معنے مارنے کے ہم نے
معناه من النبی ومن أجلّ الصحابة لآ مِن عند أنفسنا. وأنت تعلم
نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُس کے بزرگ صحابہ سے لئے ہیں یہ نہیں کہ اپنی طرف سے گھڑے ہیں اور تُو جانتا ہے کہ

السماء . وأنت تعلم أن جسمه العنصری مدفون فی المدینة، فما معنی هذا الحدیث إلا الحیاة الروحانی والرفع الروحانی الذی هو سُنّة اللّٰہ بأصفیائه بعدما توفاهم؟ کما قال: یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ [۱]، وما معنی قول :ارۡجِعِیۡ إِلٰی رَبِّکِ إلّا المعنی الذی یُفهم من قول : رَافِعُکَ إِلَیَّ ' فإن الرجوع إلی اللّٰہ راضیة مرضیة والرفعُ إلی اللّٰہ أمرٌ واحد، وقد جرت عادة اللّٰہ تعالیٰ أنه یرفع إلیه عباده الصالحین بعد موتهم، ویؤویهم فی السماوات بحسب مراتبهم، ولأجل ذلک لقی نبینا صلی اللّٰہ علیه وسلم کل نبی خلا من قبله فی لیلة المعراج فی السماوات، فوجد آدم فی السماء الدنیا، ووجد عیسی وابن خالته یحییٰ فی السماء الثانیة، ووجد موسیٰ فی السماء الخامسة. وهذه الأحادیث صحیحة تجدها فی البخاری وغیره من الصحاح، ثم الذین لا یریدون الحق یتعامون وینسون رفع الأنبیاء کلهم، ویصرون علی حیاة عیسیٰ ورفعه، ویقرأون حدیث المعراج ثم ینسونه، ویضیعون أعمارهم غافلین.

أ عیسیٰ حیٌّ ومات المصطفیٰ تلک إذًا قسمة ضیزی! اعدلوا هو أقرب للتقویٰ. وإذا ثبت أن الأنبیاء کلهم أحیاء فی السماوات، فأیّ خصوصیة ثابتة لحیاة المسیح أهو یأکل ویشرب وهم لا یأکلون ولا یشربون؟ بل حیاة کلیم اللّٰہ ثابت بنصّ القرآن الکریم.. ألا تقرأ فی القرآن ما قال اللّٰہ تعالیٰ عزّ وجلّ: فَلَا تَکُنۡ فِیۡ مِرۡیَةٍ مِّنۡ لِّقَآئِهٖ [۲]، وأنت تعلم أن هذه الآیة نزلت فی موسی، فهی دلیل صریح علی حیاة موسیٰ علیه السلام، لأنه لقی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، والأموات لا یلاقون الأحیاء. ولا تجد مثل هذه الآیات فی شأن عیسی علیه السلام، نعمْ

[۱] الفجر: ۲۹،۲۸ [۲] السجدة: ۲۴

ملفوظات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود

بانی جماعت احمدیہ

جنوری ۱۹۰۶ء تا مئی ۱۹۰۸ء

جلد پنجم

کیا فائدہ؟ کیا ان کی تعلیم کا اثر اسی زمانہ تک محدود تھا یا اب بھی ہے؟ اور اگر ہے تو کہاں اور کس ملک میں؟

افسوس آتا ہے اگر عیسیٰ اب آجاویں تو وہ تو اس قوم کو پہچان بھی نہ سکیں۔ ہم اُن سے محبت رکھتے ہیں اور آپ محبت نہیں رکھتے ہوں گے کیونکہ آپ کو اُن کی خبر نہیں۔ ہم نے تو اُن کو بارہا دیکھا ہے۔ بلکہ ہم تو جانتے ہیں کہ اب بھی خود آپ لوگوں کے گھر میں ہی تفرقہ ہے، اختلاف ہے۔ بعض ایسے فرقے عیسائیوں میں اب بھی موجود ہیں جو حضرت عیسیٰ کو خدا نہیں مانتے بلکہ صرف ایک برگزیدہ نبی مانتے ہیں۔ اور قرآن شریف سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے تو جب گھر میں ہی اختلاف ہے تو کیوں وہ راہ ترک نہیں کی جاتی جو کہ بالاتفاق خطرناک ثابت ہو چکی ہے۔ باقی رہا یہ کہ اب دُنیا میں کیا ہوگا سو اس کے متعلق ہم صرف اتنا کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ دُنیا اپنی اس موجودہ حالت پر نہیں رہے گی بلکہ اس میں ایک عظیم الشان تغیّر اور انقلاب واقع ہوگا۔

سوال:۔ مسیح کو آپ نے کس طور سے دیکھا ہے۔ آیا جسمانی رنگ میں دیکھا ہے؟

جواب:۔ فرمایا کہ:۔

ہاں جسمانی رنگ میں اور عین حالتِ بیداری میں دیکھا ہے۔

سوال:۔ ہم نے بھی مسیح کو دیکھا ہے اور دیکھتے ہیں مگر وہ رُوحانی رنگ میں ہے۔ کیا آپ نے بھی اسی طرح دیکھا ہے جس طرح ہم دیکھتے ہیں۔

جواب:۔ نہیں ہم نے ان کو جسمانی رنگ میں دیکھا ہے اور بیداری میں دیکھا ہے۔

اس تقریر کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ:۔

ان کے واسطے چائے تیار ہے لہٰذا ان کو چائے پلائی جاوے

اور اس طرح سے جلسہ برخواست ہوا۔ انگریزوں نے حضرت اقدس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور کچھ کھانا اور چائے پینے کے بعد مدرسہ کو دیکھتے ہوئے جہاں ایک طالب علم ہائی کلاس محمد منظور علی شاکر نے سُورۂ مریم کی چند ابتدائی آیات نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر سُنائیں کیونکہ اس وقت ان کی قرآن شریف کی گھنٹی تھی۔ قرآن شریف سُن کر وہ خوش ہوئے اور پھر بٹالہ کو چلے گئے۔

کھانا کھانے کے میز پر بیٹھے ہوئے انہوں نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے ایک سوال کیا کہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد کیا ہوگا؟ جس کا جواب مفتی صاحب موصوف نے یوں دیا کہ آپ کی وفات کے بعد وہ ہوگا جو خدا کو منظور ہوگا اور جو ہمیشہ انبیاء کی موت کے بعد ہوا کرتا ہے۔ (الحکم جلد ۱۲ نمبر ۲۶ صفحہ ۱ تا ۳ مورخہ ۱۰؍اپریل ۱۹۰۸ء)

تپایا جائے یہاں تک کہ سُرخ ہو جائے اور آگ کے رنگ پر ہو جائے۔ اس مومن سے اُلوہیت کے آثار اور افعال ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ لوہا بھی اس درجہ پر آگ کے آثار اور افعال ظاہر کرتا ہے مگر یہ نہیں کہ وہ مومن خدا ہو گیا ہے بلکہ محبتِ الٰہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے جو اپنے رنگ میں ظاہر وجود کو لے آتی ہے اور باطن میں عبودیت اور اس کا ضعف موجود ہوتا ہے۔ اس درجہ پر مومن کی روٹی خدا ہوتا ہے جس کے کھانے پر اس کی زندگی موقوف ہے اور مومن کا پانی بھی خدا ہوتا ہے جس کے پینے سے وہ موت سے بچ جاتا ہے۔ اور اس کی ٹھنڈی ہوا بھی خدا ہی ہوتا ہے جس سے اس کے دل کو راحت پہنچتی ہے۔ اور اس مقام پر استعارہ کے رنگ میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ خدا اس مرتبہ کے مومن کے اندر داخل ہوتا اور اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کرتا اور اس کے دل کو اپنا تخت گاہ بنالیتا ہے۔ تب وہ اپنی رُوح سے نہیں بلکہ خدا کی رُوح سے دیکھتا اور خدا کی رُوح سے سُنتا اور خدا کی رُوح سے بولتا اور خدا کی رُوح سے چلتا اور خدا کی رُوح سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہے کیونکہ وہ اس مرتبہ پر نیستی اور استہلاک کے مقام میں ہوتا ہے اور خدا کی رُوح اس پر اپنی محبتِ ذاتیہ کے ساتھ تجلّی فرما کر حیاتِ ثانی اس کو بخشتی ہے۔ پس اس وقت روحانی طور پر اس پر یہ آیت صادق آتی ہے۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ[۱]۔ ﴿۵۸﴾

یہ تو وجود روحانی کا مرتبہ ششم ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اور اس کے مقابل پر جسمانی پیدائش کا مرتبہ ششم ہے اور اس جسمانی مرتبہ کے لئے بھی وہی آیت ہے جو روحانی مرتبہ کے لئے اوپر ذکر ہو چکی ہے یعنی ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ہم ایک پیدائش کو طیار کر چکے تو بعد اس کے ہم نے ایک اور پیدائش سے انسان کو پیدا کیا۔ اٰخر کے لفظ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ وہ ایسی فوق الفہم پیدائش ہے جس کا سمجھنا انسان کی عقل سے بالاتر ہے اور اُس کے فہم سے بہت دُور یعنی رُوح جو قالب کی

[۱] المؤمنون : ۱۵

صَحِيحُ مُسْلِم

لِلإمَامِ أَبِي الحُسَيْنِ مُسْلِمِ بْنِ الحَجَّاج

القُشَيْرِيّ النَّيْسَابُورِيّ

٢٠٦ - ٢٦١هـ

(وهو ثاني كتابين، هما أصح الكتب المصنفة)

وَلَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَمَخَّطُونَ وَلَا يَبْزُقُونَ . أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ . وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ . وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ . أَخْلَاقُهُمْ عَلَىٰ خُلُقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ[1] . عَلَىٰ طُولِ أَبِيهِمْ آدَمَ ، سِتُّونَ ذِرَاعًا » .

قَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ : عَلَىٰ خُلُقِ رَجُلٍ . وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ : عَلَىٰ خَلْقِ رَجُلٍ . وَقَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ : عَلَىٰ صُورَةِ أَبِيهِمْ .

***

(٧) باب في صفات الجنة وأهلها، وتسبيحهم فيها بكرة وعشيا

١٧ – (...) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ . حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ . قَالَ : هَـٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ . فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا : وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ « أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ ، صُوَرُهُمْ عَلَىٰ صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ . لَا يَبْصُقُونَ فِيهَا وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ فِيهَا . آنِيَتُهُمْ وَأَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ . وَمَجَامِرُهُمْ مِنَ الْأَلُوَّةِ . وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ . وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ . يُرَىٰ مُخُّ سَاقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ ، مِنَ الْحُسْنِ . لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ . قُلُوبُهُمْ قَلْبٌ وَاحِدٌ . يُسَبِّحُونَ اللهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا » .

***

١٨ – (٢٨٣٥) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ - وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ - (قَالَ عُثْمَانُ : حَدَّثَنَا . وَقَالَ إِسْحَٰقُ : أَخْبَرَنَا) جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ ، عَنْ جَابِرٍ . قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ « إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَأْكُلُونَ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ[2] .

(١) (على خُلُق رجل واحد) قد ذكر مسلم في الكتاب اختلاف ابن أبي شيبة وأبي كريب في ضبطه . فإن ابن أبي شيبة يرويه بضم الخاء واللام . وأبو كريب بفتح الخاء وإسكان اللام . وكلاهما صحيح . وقد اختلف فيه رواة مسلم ورواة صحيح البخاري أيضا . ويرجح الضم بقوله في الحديث الآخر: لا اختلاف بينهم ولا تباغض . قلوبهم قلب واحد . وقد يرجح الفتح بقوله ﷺ ، في تمام الحديث : على صورة أبيهم آدم أو على طوله .

(٢) (إن أهل الجنة يأكلون فيها ويشربون) مذهب أهل السنة وعامة المسلمين أن أهل الجنة يأكلون فيها ويشربون. يتنعمون بذلك وبغيره من ملاذها وأنواع نعيمها . تنعما دائما لا آخر له ولا انقطاع أبدا . وأن تنعمهم بذلك على هيئة تنعم أهل الدنيا . إلا ما بينهما من التفاضل في اللذة والنفاسة التي لا تشارك نعيم الدنيا إلا في التسمية وأصل الهيئة. وإلا في أنهم=

وَلَا يَتْفُلُونَ[1] وَلَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ » . قَالُوا : فَمَا بَالُ الطَّعَامِ ؟ قَالَ « جُشَاءٌ وَرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ . يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّحْمِيدَ ، كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ » .

***

(...) وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ . قَالَا : حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ ، بِهَـٰذَا الْإِسْنَادِ ، إِلَىٰ قَوْلِهِ « كَرَشْحِ الْمِسْكِ » .

***

١٩ – (...) وحَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ . كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي عَاصِمٍ . قَالَ حَسَنٌ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ . أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ ؛ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ « يَأْكُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ . وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَبُولُونَ . وَلَـٰكِنْ طَعَامُهُمْ ذَاكَ جُشَاءٌ[2] كَرَشْحِ الْمِسْكِ . يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالْحَمْدَ ، كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ » .

قَالَ وَفِي حَدِيثِ حَجَّاجٍ « طَعَامُهُمْ ذَلِكَ » .

***

٢٠ – (...) وحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ . حَدَّثَنِي أَبِي . حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ . أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . بِمِثْلِهِ . غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ « وَيُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّكْبِيرَ ، كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ » .

***

(٨) باب في دوام نعيم أهل الجنة ، وقوله تعالى : ونودوا أن تلكم الجنة أورثتموها بما كنتم تعملون

٢١ – (٢٨٣٦) حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ . حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . قَالَ « مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ لَا يَبْأَسُ[3] .

= لا يبولون ولا يتغوطون ولا يمتخطون ولا يبصقون. وقد دلت دلائل القرآن والسنة، في هذه الأحاديث التي ذكرها مسلم وغيره ؛ أن نعيم الجنة دائم لا انقطاع له أبدا .

(١) (ولا يتفلون) بكسر الفاء وضمها . حكاها الجوهري وغيره . أي لا يبصقون .

(٢) (جشاء) هو تنفس المعدة من الامتلاء .

(٣) (ينعم لا يبأس) وفي رواية : وإن لكم أن تنعموا فلا تبأسوا أبدا . أي لا يصيبكم بأس ، وهو شدة الحال . والبأس والبؤس والبأساء والبؤسى بمعنى . وينعم وتنعموا ، بفتح أوله والعين ، أي يدوم لكم النعيم .

شبہ نمبر3

حضرت عیسی علیہ السلام کو قرآن و سنت کی تعلیم کیسے ملے گی؟
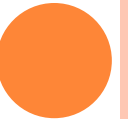
جواب نمبر 1

اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو چار چیزوں کا علم عطا فرمایا :

کتاب
حکمت
تورات
انجیل

حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا :

ویعلمه الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل (آل عمران: 48)

اللہ تعالی انھیں کتاب و حکمت اور تورات کو انجیل کی تعلیم دے گا

اور جب قیامت کے دن اللہ تعالی حضرت عیسی علیہ السلام پر اپنے احسانات و انعامات کا ذکر فرمائیں گے تو ارشاد ہوگا :

واذ علمتُك الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل (المائدة: 110)

اور یاد کرو جب ہم نے تم کو کتاب و حکمت اور تورات وا نجیل تعلیم کیں

مرزا قادیانی کو قرآن وحدیث کا علم کیسے حاصل ہوا؟

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى[1] اِس کی تفصیل یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نبیوں کی طرح ظاہری علم کسی اُستاد سے نہیں پڑھا تھا مگر حضرت عیسےٰ اور حضرت موسیٰ مکتبوں میں بیٹھے تھے اور حضرت عیسیٰ نے ایک یہودی اُستاد سے تمام توریت پڑھی تھی۔ غرض اسی لحاظ سے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اُستاد سے نہیں پڑھا خدا آپ ہی اُستاد ہوا اور پہلے پہل خدا نے ہی آپ کو اِقْـرَءْ کہا۔ یعنی پڑھ۔ اور کسی نے نہیں کہا اِس لئے آپ نے خاص خدا کے زیر تربیت تمام دینی ہدایت پائی اور دوسرے نبیوں کے دینی معلومات انسانوں کے ذریعہ سے بھی ہوئے۔ سو آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا سو اِس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا سے ہی حاصل کرے گا اور قرآن اور حدیث میں کسی اُستاد کا شاگرد نہیں ہوگا۔ سو مَیں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی حال ہے کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ مَیں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے یا کسی مفسّر یا محدّث کی شاگردی اختیار کی ہے۔ پس یہی مہدویّت ہے جو نبوّت محمدیّہ کے منہاج پر مجھے حاصل ہوئی ہے اور اسرارِ دین بلاواسطہ میرے پر کھولے گئے۔ اور جس طرح مذکورہ بالا وجہ سے آنے والا مہدی کہلائے گا اسی طرح وہ مسیح بھی کہلائے گا کیونکہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت بھی اثر کرے گی۔ لہٰذا وہ عیسیٰ ابن مریم بھی کہلائے گا اور جس طرح ☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے اپنے خاصہٴ مہدویّت کو اس کے اندر پھونکا

{۱۴۸}

☆ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عبد بھی ہے اور اس لئے خدا نے عبد نام رکھا کہ اصل عبودیت کا خضوع اور ذُلّ ہے اور عبودیت کی حالت کاملہ وہ ہے جس میں کسی قسم کا غلو اور بلندی اور عُجب نہ رہے اور صاحب اس حالت کا اپنی عملی تکمیل محض خدا کی طرف سے دیکھے اور کوئی ہاتھ درمیان نہ دیکھے☆۔ عرب کا محاورہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مَـوْرٌ

☆ **نوٹ:**۔ یہ مرتبہ عبودیّت کاملہ جو انسان اپنی عملی تکمیل محض خدا تعالیٰ کی طرف سے دیکھے بجز اس مہدیٔ کامل کی جس کی عملی تکمیل تمام و کمال محض خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے ہوئی ہو دوسرے کو میسّر نہیں آ سکتا کیونکہ اپنی جہد اور کوشش کا اثر ضرور ایک ایسا خیال پیدا کرتا ہے کہ جو عبودیت تامہ کے منافی ہے۔ اس لئے مرتبہ عبودیت کاملہ بھی بوجہ اس کے جو مرتبہ مہدویت کاملہ کے تابع ہے بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دوسرے کو بوجہ کمال حاصل نہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء فاشھدوا انّا نشھد انّ محمدًا عبد اللہ و رسولہ۔ منه

[1] الضحیٰ: ۸

نازل ہونا برابر ہے۔ ہر یک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النّبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا۔ لیکن اگر ہم فرض کے طور پر مان بھی لیں کہ مسیح ابن مریم زندہ ہو کر پھر دنیا میں آئے گا تو ہمیں کسی طرح اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ رسول ہے اور بحیثیت رسالت آئے گا اور جبرئیل کے نزول اور کلام الٰہی کے اُترنے کا پھر سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ جس طرح یہ بات ممکن نہیں کہ آفتاب نکلے اور اس کے ساتھ روشنی نہ ہو۔ اسی طرح ممکن نہیں کہ دنیا میں ایک رسول اصلاح خلق اللہ کے لئے آوے اور اس کے ساتھ وحی الٰہی اور جبرائیل نہ ہو۔ علاوہ اس کے ہر یک عاقل معلوم کر سکتا ہے کہ اگر سلسلہ نزول جبرائیل اور کلام الٰہی کے اُترنے کا حضرت مسیح کے نزول کے وقت بکلّی منقطع ہوگا تو پھر وہ قرآن شریف کو جو عربی زبان میں ہے کیوں کر پڑھ سکیں گے۔ کیا نزول فرما کر دو چار سال تک مکتب میں بیٹھیں گے اور کسی مُلّا سے قرآن شریف پڑھ لیں گے۔ اگر فرض کر لیں کہ وہ ایسا ہی کریں گے تو پھر وہ بغیر وحی نبوت کے تفصیلات مسائل دینیہ مثلاً نماز ظہر کی سُنت جو اتنی رکعت ہیں اور نماز مغرب کی نسبت[1] جو اتنی رکعات ہیں اور یہ کہ زکوٰۃ کن لوگوں پر فرض ہے۔ اور نصاب کیا ہے کیوں کر قرآن شریف سے استنباط کر سکیں گے۔ اور یہ تو ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ حدیثوں کی طرف رجوع بھی نہیں کریں گے۔ اور اگر وحی نبوت سے ان کو یہ تمام علم دیا جائے گا تو بلاشبہ جس کلام کے ذریعہ سے یہ تمام تفصیلات اُن کو معلوم ہوں گی وہ بوجہ وحی رسالت ہونے کے کتاب اللہ کہلائے گی۔ پس ظاہر ہے کہ اُن کے دوبارہ آنے میں کس قدر خرابیاں اور کس قدر مشکلات ہیں۔ منجملہ اُن کے یہ بھی کہ وہ بوجہ اس کے کہ وہ قوم کے قریشی نہیں ہیں کسی حالت میں امیر نہیں ہو سکتے۔ ناچار اُن کو کسی دوسرے امام اور امیر کی بیعت کرنی پڑے گی۔ بالخصوص جبکہ

﴿۵۷۸﴾ ﴿۵۷۹﴾

[1] ایڈیشن اول میں سہو کتابت سے ''نسبت'' لکھا گیا ہے۔ سیاق کلام سے یہ لفظ ''سُنت'' صحیح معلوم ہوتا ہے۔

یاد رہے !
مرزا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نبوت کا دروازہ قیامت تک بند کر دیا تھا

مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے۔ اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا اور یہ امر خود مستلزم اس بات کو ہے کہ وہ مر گیا۔ اور یہ خیال کہ پھر وہ موت کے بعد زندہ ہو گیا مخالف کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ اگر وہ زندہ بھی ہو گیا تا ہم اس کی رسالت جو اس کے لئے لازم غیر منفک ہے ﴿۶۱۵﴾ اس کے دنیا میں آنے سے روکتی ہے۔ ماسوا اس کے ہم بیان کر آئے ہیں کہ مسیح کا مرنے کے بعد زندہ ہونا اس قسم کا نہیں جیسا کہ خیال کیا گیا ہے بلکہ شہداء کی زندگی کے موافق ہے جس میں مراتب قرب وکمال حاصل ہوتے ہیں۔ اس قسم کی حیات کا قرآن کریم میں جابجا بیان ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے یہ آیت قرآن شریف میں درج ہے۔ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ[۱] یعنی وہ خدا جو مجھے مارتا ہے اور پھر زندہ کرتا ہے۔ اس موت اور حیات سے مراد صرف جسمانی موت اور حیات نہیں بلکہ اس موت اور حیات کی طرف اشارہ ہے جو سالک کو اپنے مقامات ومنازل سلوک میں پیش آتی ہے۔ چنانچہ وہ خلق کی محبت ذاتی سے مارا جاتا ہے اور خالق حقیقی کی محبت ذاتی کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے اور پھر اپنے رفقاء کی محبت ذاتی سے مارا جاتا ہے اور رفیق اعلیٰ کی محبت ذاتی کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے۔ اور ﴿۶۱۶﴾ پھر اپنے نفس کی محبت ذاتی سے مارا جاتا ہے اور محبوب حقیقی کی محبت ذاتی کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کئی موتیں اس پر وارد ہوتی رہتی ہیں اور کئی حیاتیں۔ یہاں تک کہ کامل حیات کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے سو وہ کامل حیات جو اس سفلی دنیا کے چھوڑنے کے بعد ملتی ہے وہ جسم خاکی کی حیات نہیں بلکہ اَور رنگ اور شان کی حیات ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الجزو نمبر ۲۱ [۲]

[۱] الشعراء: ۸۲ [۲] العنکبوت: ۶۵

خلق و عالم جملہ در شور و شراند طالبانت در مقام دیگر اند
آن یکے را نورے بخشی بدل واں دِگر را می گزاری پابگل
چشم و گوش و دل زِ تو گیرد ضیاء ذات تو سرچشمۂ فیض و ہُدا

غرض خداوند قادر وقدوس میری پناہ ہے اور میں تمام کام اپنا اسی کو سونپتا ہوں اور گالیوں کے عوض میں گالیاں دینا نہیں چاہتا اور نہ کچھ کہنا چاہتا ہوں ایک ہی ہے جو کہے گا افسوس کہ ان لوگوں نے تھوڑی سی بات کو بہت دور ڈال دیا اور خدائے تعالیٰ کو اس بات پر قادر نہ سمجھا کہ جو چاہے کرے اور جسکو چاہے مامور کر کے بھیجے کیا انسان اس سے لڑسکتا ہے یا آدم زاد کو اس پر اعتراض کرنے کا حق پہنچتا ہے کہ تو نے ایسا کیوں کیا ایسا کیوں نہیں کیا۔ کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ ایک کی قوت اور طبع دوسرے کو عطا کرے اور ایک کا رنگ اور کیفیت دوسرے میں رکھ دیوے اور ایک کے اِسم سے دوسرے کو موسوم کر دیوے اگر انسان کو خدائے تعالیٰ کی وسیع قدرت پر ایمان ہو تو وہ بلا تامل ان باتوں کا یہی جواب دے گا کہ ہاں بلاشبہ اللہ جلّ شانہٗ ہر یک بات پر قادر ہے اور اپنی باتوں اور اپنی پیشگوئیوں کو جس طرز اور طریق اور جس پیرایہ سے چاہے پورا کر سکتا ہے ناظرین تم آپ ہی سوچ کر دیکھو کہ کیا آنیوالے عیسٰی کی نسبت کسی جگہ یہ بھی لکھا تھا کہ وہ دراصل وہی بنی اسرائیلی ناصری صاحب انجیل ہوگا بلکہ **بخاری** میں جو بعد کتاب اللہ اصح الکتاب کہلاتی ہے بجائے ان باتوں کے **امامکم منکم** لکھا ہے اور حضرت مسیح کی **وفات** کی شہادت دی ہے جسکی آنکھیں ہیں دیکھے۔ منصفو! سوچ کر جواب دو کہ کیا قرآن کریم میں کہیں یہ بھی لکھا ہے کہ کسی وقت کوئی حقیقی طور پر صلیبوں کو توڑنے والا اور ذمیوں کو قتل کرنیوالا اور قتل خنزیر کا نیا حکم لانے والا اور قرآن کریم کے بعض احکام کو منسوخ کرنیوالا ظہور کرے گا اور آیت اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ [1] اور آیت حَتّٰی یُعۡطُوا الۡجِزۡیَۃَ عَنۡ یَّدٍ [2] اس وقت منسوخ ہو جائے گی اور نئی وحی قرآنی وحی پر خط نسخ کھینچ دے گی۔ اے لوگو اے مسلمانوں کی ذریّت کہلانے والو دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النبیّین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو اور اُس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔ اور بالآخر میں ناظرین کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ جن باتوں پر حضرت مولوی نذیر حسین صاحب اور ان کی جماعت نے تکفیر کا فتویٰ دیا ہے اور میرا نام کافر اور دجّال رکھا ہے اور وہ گالیاں دی ہیں کہ کوئی مہذب آدمی غیر قوم کے آدمی کی نسبت بھی پسند نہیں کرتا اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ گویا یہ باتیں میری کتاب **توضیح مرام** اور **ازالہ اوہام** میں درج ہیں۔ میں انشاء اللہ القدیر عنقریب ایک مستقل رسالہ

[1] المائدۃ: ۴ [2] التوبۃ: ۲۹

شبہ نمبر 4

حضرت عیسی علیہ السلام آسمان پر جاتے ہوئے کرہ ناریہ اور کرہ زمہریریہ سے کیسے گزرے؟

جواب نمبر 1

آپ بالکل اسی طرح گزرے جیسے حضرت موسی علیہ السلام گزرے

(حضرت موسی علیہ السلام کا آسمان میں زندہ ہونا مرزا قادیانی کی تحریروں سے پہلے بیان ہوا)
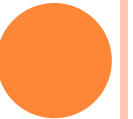
وہ معنی تم پر ایک حجت ہے کیونکہ اس زمانہ سے پہلے وہ معنی شائع ہو چکے ہیں اور یہ بات کہ کوشیکا رشی کی بیوی کے پیٹ میں خود اندر داخل ہوگیا یہ محض صرف اس بات کے ظاہر کرنے کے لئے استعارہ ہے کہ بغیر اس کے کہ کوسیکا اپنی بیوی کے پاس جاتا خود بیوی کی منی سے بچہ پیدا ہوگیا تھا اور یہ خود تعجب کی جگہ نہیں کیونکہ جس حالت میں برسات کے ایام میں ہزار ہا کیڑے مکوڑے خود بخود مٹی سے ہی پیدا ہو جاتے ہیں تو اگر خدا نے کوئی ایسا نمونہ نوعِ انسان میں بھی پیدا کیا تو کیوں اس کو انکار کی نظر سے دیکھا جائے اور کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ یہ امر خدا کے قانون قدرت کے بر خلاف ہے حالانکہ جس قانون قدرت پر زور دے کر اعتراض کیا جاتا ہے وہ تو بقول آریہ سماج کے اوّل دفعہ ہی ٹوٹ چکا ہے اور کروڑ ہا دفعہ خدا نے ابتدائے دنیا میں اس موجودہ قانون کی پابندی چھوڑ دی ہے۔ پس ایسا قادر خدا جو ابتداءِ دنیا میں صرف مٹی سے انسان کو پیدا کر دیتا ہے پھر اگر وہ کسی انسان کو صرف عورت کے نطفہ سے ہی پیدا کرے تو یہ کونسی تعجب کی جگہ ہے۔ ظاہر ہے کہ نطفہ بہ نسبت مٹی کے بچہ پیدا ہونے کے لئے بہت قریب استعداد رکھتا ہے اور مٹی کی استعداد ایک استعداد بعیدہ ہے پس جب کہ تمہارا یہ اقرار ہے کہ جو چیز استعداد بعید رکھتی ہے اس سے انسان پیدا ہو سکتا ہے تو پھر یہ کہنا کہ جو چیز بہ نسبت مٹی کے بچہ پیدا ہونے کے لئے استعداد قریب رکھتی ہے اس سے بچہ پیدا نہیں ہو سکتا اگر یہ حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے یسوع کی پیدائش کی مثال بیان کرنے کے وقت آدم کو ہی پیش کیا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [1] یعنی عیسیٰ کی مثال خدا تعالیٰ کے نزدیک آدم کی ہے کیونکہ خدا نے آدم کو مٹی سے «۲۱۹» بنا کر پھر کہا کہ تو زندہ ہو جا پس وہ زندہ ہو گیا۔

پھر مضمون پڑھنے والے نے قرآن شریف پر یہ اعتراض کیا کہ اُس میں لکھا ہے کہ عیسیٰ مسیح معہ گوشت پوست آسمان پر چڑھ گیا تھا۔ ہماری طرف سے یہ جواب ہی کافی ہے کہ اوّل تو

[1] آل عمران : ۶۰

خدا تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ انسان مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ جائے ماسوا اس کے یہ خیال سراسر غلط ہے کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چڑھ گئے تھے۔ قرآن شریف میں کئی جگہ صاف فرما دیا ہے کہ کوئی شخص مع جسم عنصری آسمان پر نہیں جائے گا بلکہ تمام زندگی زمین پر بسر کریں گے۔ یہ خدا کا وعدہ ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ [1] یعنی زمین پر ہی تم زندہ رہو گے اور زمین پر ہی تم مرو گے اور زمین میں سے ہی تم نکالے جاؤ گے۔ پس اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کا مع جسم عنصری آسمان پر جانا اِس وعدہ کے برخلاف ہے اور خدا پر تخلّف وعدہ جائز نہیں اور اس وعدہ میں کوئی استثناء نہیں۔ اور پھر دوسری جگہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا [2] یعنی کیا ہم نے زمین کو ایسے طور سے پیدا نہیں کیا جو اپنے تمام باشندوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے خواہ وہ زندوں میں سے ہوں اور خواہ مُردوں میں سے ہوں اور یہ بھی خدا کا وعدہ ہے۔ اور پھر ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ [3] یعنی تمہارا زمین پر ہی قرار ہوگا اور تم زمین پر ہی اپنے موت تک زندگی بسر کرو گے۔ یہ بھی خدا کا وعدہ ہے اور پھر ایک موقع پر قرآن شریف میں یہ ذکر ہے کہ کفار قریش نے ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ طلب کیا کہ اُن کے روبرو آسمان پر چڑھ جائیں تو آپ کو خدا تعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ جواب دیا کہ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا [4] یعنی ان لوگوں کو یہ جواب دے کہ خدا تعالیٰ اس بات سے «۲۲۰» پاک ہے کہ اپنے وعدہ میں تخلّف کرے (وعدہ کا بھی ذکر ہو چکا ہے) اور میں تو صرف ایک انسان ہوں جو تمہاری طرف بھیجا گیا۔

اب ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ تہمت ہے کہ گویا وہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے یہ عقیدہ اسلام میں صرف اُن عیسائیوں کے ذریعہ سے آیا ہے جو ابتداءِ اسلام میں مسلمان ہو گئے تھے ورنہ قرآن شریف میں اس کا ذکر کہیں نہیں اور

[1] الاعراف: ۲۶ [2] المرسلٰت: ۲۶،۲۷ [3] البقرة: ۳۷ [4] بنی اسرآئیل: ۹۴

﴿۳۷﴾

نہ صرف ظاہری نظر سے کامل طور پر دیکھا بلکہ باطنی نظر سے بھی دیکھا اور وہ تمام پاک کلمات جو عربی میں لکھے تھے جن کو ہر یک سمجھ نہیں سکتا وہ ہم نے پڑھے اور ان سے نہایت پاک نتائج نکالے سو یہ دیکھنا ہم سے پہلے کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اس وقت تک چولہ باقی رہنے کی یہی حکمت تھی کہ وہ ہمارے وجود کا منتظر تھا۔

بعض لوگ انگد کے جنم ساکھی کے اس بیان پر تعجب کریں گے کہ یہ چولہ آسمان سے نازل ہوا ہے اور خدا نے اس کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی بے انتہا قدرتوں پر نظر کر کے کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ اس کی قدرتوں کی کسی نے حد بست نہیں کی کون انسان کہہ سکتا ہے کہ خدا کی قدرتیں صرف اتنی ہی ہیں اس سے آگے نہیں۔ ایسے کمزور اور تاریک ایمان تو ان لوگوں کے ہیں جو آج کل نیچری یا برہمو کے نام سے موسوم ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ باوا صاحب کو یہ قرآنی آیات الہامی طور پر معلوم ہو گئے ہوں اور اذن ربّی سے لکھے گئے ہوں۔ لہٰذا بموجب آیت مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی [1] وہ سب فعل خدا تعالیٰ کا فعل سمجھا گیا ہو۔ کیونکہ قرآن آسمان سے نازل ہوا ہے اور ہر یک ربانی الہام آسمان سے ہی نازل ہوتا ہے دین اسلام درحقیقت سچا ہے اور اس کی تائید میں خدا تعالیٰ بڑے بڑے عجائبات دکھلاتا ہے اگرچہ اس غیب الغیب کا وجود اس آگ سے بھی زیادہ مخفی ہے جو پتھروں اور ہر یک جسم میں پوشیدہ ہے مگر تاہم کبھی کبھی اس وجود کی دنیا پر چمکار پڑتی رہتی ہے۔ ہر یک چیز میں عنصری آگ ہوتی ہے۔ مگر دلوں میں خدا تعالیٰ نے اپنی ذات کی شناخت کی ایک آگ رکھی ہے۔ جب کبھی بے انتہا دردمندی کی چقماق سے وہ آگ بھڑک اٹھتی ہے تو دل کی آنکھوں سے وہ غیر مرئی ذات نظر آجاتی ہے اور نہ صرف یہی بلکہ جو لوگ اس کو سچے دل سے ڈھونڈتے ہیں اور جو روحیں ایک نہایت درجہ کی پیاس کے ساتھ اس کے آستانہ کی طرف دوڑتی ہیں۔ ان کو وہ پانی بقدر طلب ضرور پلایا جاتا ہے جس نے اپنے قیاسی اٹکلوں سے خدا تعالیٰ کو پہچانا اس نے کیا پہچانا۔ درحقیقت پہچاننے والے وہی ہیں جن پر خدا تعالیٰ نے آپ ارادہ کر کے اپنا چہرہ ظاہر کر دیا ہے

[1] الانفال:۱۸

اگر گرو نانک کا چولہ
آسمان سے نازل ہو سکتا
ہے اور اس پر ناری
کروں کا اثر نہیں ہوا تو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کیوں نہیں ان کروں
سے نہیں گذر سکتے؟

﴿۴۴﴾

گرنتھوں میں ہے شک کا اک احتمال کہ انساں کے ہاتھوں سے ہیں دست مال
جو پیچھے سے لکھتے لکھاتے رہے خدا جانے کیا کیا بناتے رہے
گماں ہے کہ نقلوں میں ہو کچھ خطا کہ انساں نہ ہووے خطا سے جدا
مگر یہ تو محفوظ ہے بالیقین وہی ہے جو تھا اس میں کچھ شک نہیں
اسے سر پہ رکھتے تھے اہل صفا تذلل سے جب پیش آتی بلا
جو نانک کی مدح و ثنا کرتے تھے وہ ہر شخص کو یہ کہا کرتے تھے
کہ دیکھا نہ ہو جس نے وہ پارسا وہ چولہ کو دیکھے کہ ہے رہنما
جسے اس کے مَت کی نہ ہووے خبر وہ دیکھے اسی چولہ کو اک نظر
اسے چوم کر کرتے رو رو دعا تو ہو جاتا تھا **فضل** قادر خدا
اسی کا تو تھا **معجزانہ** اثر کہ نانک بچا جس سے وقت خطر
بچا آگ سے اور بچا آب سے اسی کے اثر سے نہ اسباب سے
ذرہ دیکھو انگد کی تحریر کو کہ لکھتا ہے اس ساری تقریر کو
یہ چولا ہے قدرت کا جلوہ نما **کلام** خدا اس پہ ہے جابجا
جو شائق ہے نانک کے درشن کا آج وہ دیکھے اسے چھوڑ کر کام و کاج
برس گذرے ہیں چار سَو کے قریب یہ ہے نو بنواک کرامت عجیب
یہ نانک سے کیوں رہ گیا اک نشاں بھلا اس میں حکمت تھی کیا درنہاں
یہی تھی کہ اسلام کا ہو گواہ بتادے وہ پچھلوں کو نانک کی راہ
خدا سے یہ تھا فضل اس مرد پر ہوا اس کی دردوں کا اک چارہ گر
یہ مخفی امانت ہے کرتار کی یہ تھی اک کلید اس کے اسرار کی
محبت میں صادق وہی ہوتے ہیں کہ اس چولہ کو دیکھ کر روتے ہیں
سنو مجھ سے اے لوگو نانک کا حال سنو قصۂ قدرتِ ذوالجلال

﴿۴۶﴾ سے ہی قتل کئے جائیں گے۔ سو اگر ثبوت کچھ چیز ہے تو اس سے بڑھ کر عیسائیوں کے لئے اور کوئی ثبوت نہیں کہ مسیح اپنے منہ سے پیشگوئی کرتا ہے کہ ابھی تم میں سے بعض زندہ ہوں گے کہ میں پھر آؤں گا۔

یاد رہے کہ انجیلوں میں دو قسم کی پیشگوئیاں ہیں جو حضرت مسیح کے آنے کے متعلق ہیں۔ (۱) ایک وہ جو آخری زمانہ میں آنے کا وعدہ ہے وہ وعدہ روحانی طور پر ہے اور وہ آنا اسی قسم کا آنا ہے جیسا کہ ایلیا نبی مسیح کے وقت دوبارہ آیا تھا۔ سو وہ ہمارے اس زمانہ میں ایلیا کی طرح آ چکا ہے اور وہ یہی راقم ہے جو خادم نوع انسان ہے جو مسیح موعود ہو کر مسیح علیہ السلام کے نام پر آیا۔ اور مسیح نے میری نسبت انجیل میں خبر دی ہے۔ سو مبارک وہ جو مسیح کی تعظیم کے لئے میرے باب میں دیانت اور انصاف سے غور کرے۔ اور ٹھوکر نہ کھاوے۔ (۲) دوسری قسم کی پیشگوئیاں جو مسیح کے دوبارہ آنے کے متعلق انجیلوں میں پائی جاتی ہیں وہ درحقیقت مسیح کی اس زندگی کے ثبوت کے لئے بیان کی گئی ہیں جو صلیب کے بعد خدائے تعالیٰ کے فضل سے قائم اور بحال رہی اور صلیبی موت سے خدا نے اپنے برگزیدہ کو بچا لیا جیسا کہ یہ پیشگوئی جو ابھی بیان کی گئی۔ عیسائیوں کی یہ غلطی ہے کہ ان دونوں مقاموں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے بڑی گھبراہٹ اور طرح طرح کے مشکلات ان کو پیش آتے ہیں۔ غرض مسیح کے صلیب سے بچ جانے کے لئے یہ آیت جو متی ۱۶ باب میں پائی جاتی ہے بڑا ثبوت ہے۔

اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی مندرجہ ذیل آیت ہے۔ ’’اور اس وقت انسان کے بیٹے کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا۔ اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور انسان کے بیٹے کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے‘‘۔ دیکھو متی باب ۲۴ آیت ۳۰۔ اس آیت کا اصل مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ جبکہ آسمان سے

مرزا خود انجیل کے حوالے سے حضرت عیسی علیہ السلام کا آسمان پر جانا اور پھر نازل ہونا تسلیم کرتا ہے

(اگرچہ اس کی مضحکہ خیز تاویلیں کرتا ہے کہ ان کے آسمان سے نازل ہونے کا مطلب ہے کہ ایسے دلائل اور شہادتیں پیدا ہو جائیں گی جو آپ کی الوہیت یا صلیب پر فوت ہونے اور آسمان پر جانے اور دوبارہ آنے کے عقیدہ کا باطل ہونا ثابت کر دیں گی)

اور وہ یہ ہے۔ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ[1] اب جب کہ فوت ہو جانا ثابت ہوا تو اس سے ظاہر ہے کہ اُن کا جسم اُن سب لوگوں کی طرح جو مر جاتے ہیں زمین میں دفن کیا گیا ہوگا کیونکہ قرآن شریف بصراحت ناطق ہے کہ فقط اُن کی روح آسمان پر گئی نہ کہ جسم۔ تب ہی تو حضرت مسیح نے آیت موصوفہ بالا میں اپنی موت کا صاف اقرار کر دیا اگر وہ زندوں کی شکل پر خاکی جسم کے ساتھ آسمان کی طرف پرواز کرتے تو اپنے مر جانے کا ہرگز ذکر نہ کرتے اور ایسا ہرگز نہ کہتے کہ میں وفات پا کر اس جہان سے رخصت کیا گیا ہوں۔ اب ظاہر ہے کہ جبکہ آسمان پر اُن کی روح ہی گئی تو پھر نازل ہونے کے وقت جسم کہاں سے ساتھ آ جائے گا۔ ﴿۴۷﴾

ازانجملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ نیا اور پُرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کُرۂ زمہریر تک بھی پہنچ سکے بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر اس طبقہ کی ہوا ایسی مُضرِ صحت معلوم ہوئی ہے کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں۔ پس اس جسم کا کُرۂ ماہتاب یا کُرۂ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے☆

حاشیہ: ☆ اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات میں سے ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج اس جسم کے ساتھ کیوں کر جائز ہوگا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کو درحقیقت بیداری کہنا چاہیئے۔ ایسے کشف کی حالت میں انسان ایک نوری جسم کے ساتھ حسبِ استعدادِ نفس ناطقہ اپنے کے آسمانوں کی سیر کر سکتا ہے پس چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس ناطقہ کی اعلیٰ درجہ کی استعداد تھی اور انتہائی نقطہ تک پہنچی ہوئی تھی اس لئے وہ اپنی معراجی سیر میں معمورہ عالم کے انتہائی نقطہ تک جو عرش عظیم سے تعبیر کیا جاتا ہے پہنچ گئے سو درحقیقت یہ سیر کشفی تھا جو بیداری سے اشد درجہ پر مشابہ ہے بلکہ ایک قسم کی بیداری ہی ہے۔ میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں سے اس کو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری بلکہ اس کثیف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ اور اجلیٰ ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔ اس جگہ زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں۔ انشاء اللہ کسی اَور محل میں مفصل طور پر بیان کیا جائے گا۔ منہ ﴿۴۸﴾

[1] المآئدۃ : ۱۱۸

مرزا نے تو یہ بھی لکھا تھا کہ:

﴿۲۳۰﴾ سے دوسروں پر بھی اثر ڈال دیتے ہیں اس کے نمونے ارباب مکاشفات کے قصوں میں بہت پائے جاتے ہیں بعض اکابر نے اپنے وجود کو ایک وقت اور ایک آن میں مختلف ملکوں اور مکانوں میں دکھلا دیا ہے باذن اللہ تعالیٰ اور اس جگہ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ حال کی فلسفی تحقیقاتیں شہادت دے رہی ہیں کہ شق قمر نہ صرف ایک مرتبہ بلکہ مخفی طور پر یہ انشقاق و اتصال ہمیشہ شمس وقمر میں جاری ہے کیونکہ اس زمانہ کی فلاسفی اپنی مستحکم رائے ظاہر کرتی ہے کہ شمس وقمر میں ایسی ہی آبادی حیوانات ونباتات وغیرہ ہے جیسی زمین پر ہے اور یہ امر انشقاق واتصال قمری کو ثابت کرنے والا ہے کیونکہ یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ جس کرہ میں حیوانات ونباتات وغیرہ پیدا ہوتے ہیں وہ اسی کرہ کا مادہ لے کر جسم پکڑتے ہیں یہ نہیں کہ کسی دوسرے کرہ سے گاڑیوں اور چھکڑوں پر وہ مادہ جاتا ہے اب جبکہ یہ ماننا پڑا کہ کرہ قمری میں جس قدر حیوانات اپنے حرکت ارادے سے چلنے والے موجود ہیں اور ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کا جسمی مادہ وہی ہے جو کسی وقت جرم قمر سے اتصال رکھتا تھا تو اس سے یہ بھی ماننا پڑا کہ جرم قمر کو ہمیشہ انشقاق لازم ہے اور پھر ان حیوانات کے مرجانے سے انشقاق کے بعد اتصال بھی لازم پڑا ہوا ہے تو اب اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ اصل صورت انشقاق و اتصال کی ہر وقت قمر میں بلکہ شمس میں بھی موجود ہے ہاں ایک

﴿۲۳۰﴾ **بقیہ حاشیہ**

آنا خدا کا آنا ہے چنانچہ قرآن شریف میں اس بارے میں ایک یہ آیت بھی ہے وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔[1] کہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نے بھاگنا ہی تھا۔ حق سے مراد اس جگہ اللہ جلّ شانہٗ اور قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور باطل سے مراد شیطان اور شیطان کا گروہ اور شیطانی تعلیمیں ہیں سو دیکھو اپنے نام میں خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکر شامل کر لیا اور آنحضرتؐ کا ظہور فرمانا خدا تعالیٰ

[1] بنی اسرائیل : ۸۲

مرزا کے نزدیک سورج اور چاند پر حیوانات و نباتات پائے جاتے ہیں

آسمان سے مائدہ کا نزول اور واقعہ معراج

حضرت عیسی علیہ لسلام کی دعا سے اور بنی اسرائیل کی خواہش پر آسمان سے سجے سجائے دستر خوان کے نازل ہونے کا ذکر قرآن کریم کی سورہ مائدہ میں ہے اسی وجہ سے اس صورت کا نام "المائدہ" (یعنی دستر خوان) ہے، اس دستر خوان پر ناری یا زمہریری کروں نے کوئی اثر نہ کیا تو جس ہستی کی دعا سے اللہ نے یہ مائدہ نازل کیا اس کے لئے یہ کرے کیوں بے اثر نہیں ہو سکتے؟

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات اپنے جسم مبارک کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے اور پھر لوٹے، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان ناری یا زمہریری کروں کا کوئی اثر نہ ہوا اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام پر بھی نہ ہوا اور نہ نزول کے وقت ہوگا ... مرزا قادیانی خود تسلیم کرتا ہے کہ تمام صحابہ کا یہ عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات جسم سمیت آسمان پر تشریف لے گئے تھے (ازالہ اوہام، خ 3 ص 247و 248)

شبہ نمبر 5

حضرت عیسی علیہ السلام کی قیامت کے دن کیا حیثیت ہو گی؟ نبی کی یا امتی کی؟

﴿۱۳۳﴾ اور اس طرح پر اس اُمت کی بزرگی بنی اسرائیل پر ظاہر ہوسکتی تھی تو پھر کیا ضرور تھا کہ عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُتارا جائے اور خدا کے وعدہ کے برخلاف کیا جائے (کہ کوئی گیا ہوا دوبارہ دنیا میں آنہیں سکتا)☆ حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کا آخری خلیفہ تھا۔ پس ایک اُمتی کو عیسیٰ قرار دینا اس کے یہ معنی تھے کہ وہ بھی اس امت کا آخری خلیفہ ہوگا اور یہود اس اُمت کے اس پر بھی حملے کریں گے اور اس کو قبول نہ کریں گے۔ مگر ایک پیغمبر کو اُمتی قرار دینے میں کونسی حکمت ہے؟ یوں تو قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ [1] پس اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہوئے اور پھر حضرت عیسیٰ کو اُمتی بنانے کے کیا معنے ہیں؟ اور کونسی خصوصیّت؟ کیا وہ اپنے پہلے ایمان سے برگشتہ ہو گئے تھے جو تمام نبیوں کے ساتھ لائے تھے نعوذ باللہ یہ سزا دی گئی کہ زمین پر اُتار کر دوبارہ تجدید ایمان کرائی جائے مگر دوسرے نبیوں کے لئے وہی پہلا ایمان کافی رہا۔ کیا ایسی کچی باتیں اسلام سے تمسخر ہے یا نہیں؟

بات صاف تھی کہ جس طرح یہود کے سلسلہ خلافت کے خاتمہ پر عیسیٰ آیا تھا جس کو انہوں نے رڈ کیا اور قبول نہ کیا اسی طرح مقدر تھا کہ اسلام کے سلسلہ خلافت کے آخر پر ایک خلیفہ پیدا ہوگا جس کو مسلمان رڈ کریں گے اور قبول نہ کریں گے۔ اور اس وجہ سے وہ عیسیٰ

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ [2] یعنی تم زمین پر ہی زندگی بسر کرو گے اور زمین پر ہی مرو گے اور زمین سے ہی نکالے جاؤ گے۔ پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ ایک شخص صدہا برس تک آسمان پر زندگی بسر کرے اور خدا فرماتا ہے۔ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ [3] کہ تمہارے قرار کی جگہ زمین ہی رہے گی۔ پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی قرارگاہ صدہا برس سے آسمان ہو اور خدا فرماتا ہے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا [4] یعنی زمین کو ہم نے ایسا بنایا ہے کہ ہر ایک کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور ہر ایک جسم کو اپنے قبضہ میں رکھتی ہے۔ پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ زمین کے قبضہ سے باہر چلے گئے۔ منہ

[1] ال عمران: ۸۲ [2] الاعراف: ۲۶ [3] البقرۃ: ۳۷ [4] المرسلات: ۲۶

یہی سوال مرزا قادیانی پر بھی ہوتا ہے... ملاحظہ فرمائیں اس نے کیا لکھا؟

حضرت عزیز اور حضرت مسیح ہیں اور اُن کا بہشت میں داخل ہو جانا اس سے ثابت ہوتا ہے جس سے اُن کی موت بھی بپایہ ثبوت پہنچتی ہے۔

(۲۸) اٹھائیسویں آیت اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ[1] الجزو نمبر ۵۔ یعنی جس جگہ تم ہو اُسی جگہ موت تمہیں پکڑے گی اگرچہ تم بڑے مرتفع بُرجوں میں بود و باش اختیار کرو۔ اس آیت سے بھی صریح ثابت ہوتا ہے کہ موت اور لوازم موت ہر یک جگہ جسم خاکی پر وارد ہو جاتے ہیں۔ یہی سُنّت اللہ ہے اور اس جگہ بھی استثناء کے طور پر کوئی ایسی عبارت بلکہ ایک ایسا کلمہ بھی نہیں لکھا گیا ہے جس سے مسیح باہر رہ جاتا۔ پس بلاشبہ یہ اشارۃ النص بھی مسیح ابن مریم کی موت پر دلالت کر رہے ہیں۔ موت کے تعاقب سے مراد زمانہ کا اثر ہے جو ضعف اور پیری یا امراض و آفات منجرہ الی الموت تک پہنچاتا ہے۔ اس سے کوئی نفس مخلوق خالی نہیں۔ ﴿۶۲۳﴾

(۲۹) انتیسویں آیت مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا[2] یعنی رسول جو کچھ تمہیں علم و معرفت عطا کرے وہ لے لو اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو۔ لہٰذا اب ہم اس طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں کیا فرمایا ہے۔ سو پہلے وہ حدیث سنو جو مشکوٰۃ میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ یہ ہے۔

وعنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اعمار امتی ما بین الستین الی السبعین واقلھم من یجوز ذالک رواہ الترمذی وابن ماجہ۔

یعنی اکثر عمریں میری اُمّت کی ساٹھ سے ستّر برس تک ہوں گی۔ اور ایسے لوگ کمتر ہوں گے جو ان سے تجاوز کریں۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس اُمّت کے شمار میں ہی آگئے ہیں۔ پھر اتنا فرق کیونکر ممکن ہے کہ اَور لوگ ستّر برس تک مشکل سے پہنچیں اور اُن کا یہ حال ہو کہ دو ہزار کے قریب آں کی زندگی کے برس گذر گئے اور اب تک مرنے میں ﴿۶۲۴﴾

[1] النساء: ۷۹ [2] الحشر: ۸

لہٰذا ثابت ہوا کہ نہ صرف حضرت عیسیٰؑ بلکہ ان کے علاوہ تمام انبیاءؑ بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہیں، تو جو حیثیت قیامت کے دن دیگر انبیاء کی ہوگی وہی حضرت عیسیٰؑ کی بھی ہوگی۔ نیز ہمارا سوال ہے کہ مرزا قادیانی نے خود نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ بھی کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا بھی اور دوسری طرف اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ :۔

"رسول اور امّتی ہونے کا مفہوم متباین ہے" (ازالہ اوہام حصہ اول، خ 3، صفحہ 410)

تو قادیانی بتائیں کہ مرزا قادایانی بیک وقت "رسول اور امتی" کیسے بن گیا؟، نیز مرزا کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ وہ بھی محمد رسول اللہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی دوسرا ظہور ہے (نقل کفر، کفر نہ باشد)، نیز اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے اللہ نے عیسیٰ بن مریم بھی بنایا ہے، تو قیامت کے دن جب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنفس نفیس موجود ہوں گے تو مرزا قادیانی کی حیثیت کیا ہوگی؟ وہاں وہ امتی ہوگا یا نبی؟ عیسیٰ بن مریم ہوگا یا غلام احمد بن چراغ بی بی؟۔

﴿۵۷۴﴾ ذریعہ سے قرآن کریم کی تفسیر اُن پر نازل ہو جائے گی جو حدیث سے مستغنی کر دے گی۔

پھر لکھتے ہیں کہ بعض کا یہ بھی خیال ہے کہ عیسیٰ ابن مریم جب نازل ہوگا تو محض اُمتی ہوگا ایک ذرّہ اس میں نبوت یا رسالت نہیں ہوگی۔ پھر لکھتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ وہ اُمّتی بھی ہوگا اور نبی بھی۔ اور عام اُمتی لوگوں کی طرح متابعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس پر واجب کی جائیگی۔ اور جن باتوں پر اجماع اُمّت ہو چکا ہے وہ سب باتیں اُسے ماننی پڑیں گی۔ اور چونکہ معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ دیکھ چکا ہے اس لئے وہ صحابہ میں بھی داخل ہے اور ایک صحابی ہے۔ مگر باتفاق سنت و جماعت تمام صحابہ سے ابوبکر درجہ و مرتبہ میں افضل ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ وہ باوجود نبی ہونے کے اُمتی کیوں بن گئے۔ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ انہوں نے دعا کی تھی کہ خداوندا مجھے نبی آخرالزمان کی اُمّت میں داخل کر۔ اس لئے خدائے تعالیٰ نے انہیں باوجود نبوت کے اُمّتی بھی بنا دیا۔ اور پھر صفحہ ۴۲۷ میں لکھتے ہیں کہ وہ وقت کے مجدّد ہوں گے اور اس اُمّت کے مجدّدوں میں سے شمار کئے جائیں گے۔ لیکن ﴿۵۷۵﴾ وہ امیر المومنین نہیں ہوں گے کیونکہ خلیفہ تو قریش میں سے ہونا چاہیئے مسیح ابن مریم کیوں کر اُن کا حق لے سکتا ہے۔ اس لئے وہ خلافت کا کوئی بھی کام نہیں کرے گا نہ جدال نہ قتال نہ سیاست بلکہ خلیفۂ وقت کا تابع اور محکوموں کی طرح آئے گا۔

اس جگہ بڑے شبہات یہ پیش آتے ہیں کہ جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر اُمّتی ہوگا تو پھر وہ باوجود اُمّتی ہونے کے کسی طرح سے رسول نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ رسول اور اُمتی کا مفہوم متبائن ہے اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدؐیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدّث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول

شبہ نمبر 6

حضرت عیسی علیہ السلام مسلمانوں کے کس فرقہ سے ہوں گے؟

بڑا تفرقہ پھیل جائے گا اور بڑی پھوٹ اور بغض اور کینہ لوگوں میں پیدا ہو جائے گا۔ اور جب یہ باتیں کمال کو پہنچ جائیں گی تب خدا آسمان سے اپنی قرنا میں آواز پھونک دے گا یعنی مسیح موعود کے ذریعہ سے جو اُس کی قرنا ہے ایک ایسی آواز دنیا کو پہنچائے گا جو اس آواز کے سننے سے سعادت مند لوگ ایک ہی مذہب پر اکٹھے ہو جائیں گے اور تفرقہ دُور ہو جائے گا اور مختلف قومیں دُنیا کی ایک ہی قوم بن جائیں گی۔ اور پھر دوسری آیت میں فرمایا۔ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا[1]۔ اور اُس دن جو لوگ مسیح موعود کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے

(۳) تیسری قسم کی وہ باتیں ہیں جو قرآن شریف میں اگرچہ ان کا ذکر مفصل نہیں مگر وہ باتیں قرآن شریف کے مخالف نہیں بلکہ اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو بالکل مطابق ہیں جیسے مثلاً یاجوج ماجوج کی قوم کہ اجمالی طور پر ان کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے بلکہ یہ ذکر بھی موجود ہے کہ آخری زمانہ میں تمام زمین پر ان کا غلبہ ہو جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ[2] اور یہ خیال کہ یاجوج ماجوج بنی آدم نہیں بلکہ اور قسم کی مخلوق ہے یہ صرف جہالت کا خیال ہے کیونکہ قرآن میں ذوالعقول حیوان جو عقل اور فہم سے کام لیتے ہیں اور مورد ثواب یا عذاب ہو سکتے ہیں وہ دو ہی قسم کے بیان فرمائے ہیں (۱) ایک نوع انسان جو حضرت آدم کی اولاد ہیں (۲) دوسرے وہ جو جنّات ہیں انسانوں کے گروہ کا نام معشر الانس رکھا ہے اور جنّات کے گروہ کا نام معشر الجنّ رکھا ہے۔ پس اگر یاجوج ماجوج جس کے لئے مسیح موعود کے زمانہ میں عذاب کا وعدہ ہے معشر الانس میں داخل ہیں یعنی انسان ہیں تو خواہ نخواہ ایک عجیب پیدائش ان کی طرف منسوب کرنا کہ ان کے کان اس قدر لمبے ہوں گے اور ہاتھ اس قدر لمبے ہوں گے اور اس کثرت سے وہ بچے دیں گے ان لوگوں کا کام ہے جن کی عقل محض سطحی اور بچوں کی مانند ہے اگر اس بارے میں کوئی حدیث صحیح ثابت ہو تو وہ محض استعارہ کے رنگ میں ہوگی جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ کی قومیں ان معنوں میں ضرور لمبے کان رکھتی ہیں کہ بذریعہ تار کے دور دور کی خبریں ان کے کانوں تک پہنچ جاتی ہیں اور خدا نے برّی اور بحری لڑائیوں میں اُن کے ہاتھ بھی تبرد آزمائی کی وجہ سے

[1] الکہف: ۱۰۱ [2] الانبیاء: ۹۷

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرقے بنانے نہیں بلکہ فرقے مٹانے آنا ہے...

خود مرزا قادیانی کا اقرار بھی یہی ہے

«۸۲» اپنی علمی اور عملی حالت میں قوت پیدا کرے کیونکہ وہ خدا جس کو کسی نے بھی نہیں دیکھا اُس پر یقین لانے کے لئے بہت گواہوں اور زبردست شہادتوں کی حاجت ہے جیسا کہ دو آیتیں قرآن شریف کی اس واقعہ پر گواہ ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ [1] فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ [2]

یعنی کوئی قوم نہیں جس میں ڈرانے والا نبی نہیں بھیجا گیا یہ اس لئے کہ تا ہر ایک قوم میں ایک گواہ ہو کہ خدا موجود ہے اور وہ اپنے نبی دنیا میں بھیجا کرتا ہے۔ اور پھر جب اُن قوموں میں ایک مدّت دراز گذرنے کے بعد باہمی تعلقات پیدا ہونے شروع ہوگئے اور ایک ملک کا دوسرے ملک سے تعارف اور شناسائی اور آمد و رفت کا کسی قدر دروازہ بھی کھل گیا اور دُنیا میں مخلوق پرستی اور ہر ایک قسم کا گناہ بھی انتہا کو پہنچ گیا۔ تب خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا تا بذریعہ اس تعلیم قرآنی کے جو تمام عالم کی طبائع کے لئے مشترک ہے دنیا کی تمام متفرق قوموں کو ایک قوم کی طرح بناوے اور جیسا کہ وہ واحد لاشریک ہے اُن میں بھی ایک وحدت پیدا کرے اور تا وہ سب مل کر ایک وجود کی طرح اپنے خدا کو یاد کریں اور اس کی وحدانیت کی گواہی دیں اور تا پہلی وحدت قومی جو ابتدائے آفرینش میں ہوئی اور آخری وحدت اقوامی جس کی بنیاد آخری زمانہ میں ڈالی گئی یعنی جس کا خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے وقت میں ارادہ فرمایا۔ یہ دونوں قسم کی وحدتیں خدائے واحد لاشریک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دوہری شہادت ہو کیونکہ وہ واحد ہے اس لئے اپنے تمام نظام جسمانی اور روحانی میں وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔ یعنی شبہ گذرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔ اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک

[1] فاطر : ۲۵ [2] النساء : ۴۲

«۸۳» قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں۔ زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قربِ قیامت کا زمانہ ہے اور اس تکمیل کے لئے اسی اُمّت میں سے ایک نائب مقرر کیا

جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اُسی کا نام خاتم الخلفاء ہے

پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اُس کے آخر میں مسیح موعود ہے اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دُنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہولے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اُسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ [1] یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اُس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیشگوئی میں کچھ تخلّف ہو اس لئے اِس آیت کی نسبت اُن سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا کیونکہ اس عالمگیر غلبہ کے لئے تین امر کا پایا جانا ضروری ہے جو کسی پہلے زمانہ میں وہ پائے نہیں گئے۔

(۱) اول یہ کہ پورے اور کامل طور پر مختلف قوموں کے میل ملاقات کے لئے آسانی اور سہولت کی راہیں کھل جائیں اور سفر کی ناقابل برداشت مشقتیں دور ہو جائیں اور سفر بہت جلدی طے ہو سکے گویا سفر سفر ہی نہ رہے اور سفر کو جلد طے کرنے کے لئے فوق العادت اسباب میسّر آجائیں کیونکہ جب تک مختلف ممالک کے باشندوں کے لئے ایسے اسباب اور سامان حاصل نہ ہوں کہ وہ فوق العادت کے طور پر ایک دوسرے سے مل سکیں اور بآسانی ایک دوسرے کی ایسے طور سے ملاقات کرسکیں کہ گویا وہ ایک ہی شہر کے باشندے ہیں تب تک ایک قوم کے لئے یہ موقعہ حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ یہ دعویٰ کریں کہ اُن کا دین تمام دنیا کے دینوں پر

[1] التوبۃ : ۳۳

ایک نیا نقشہ دُنیا کا ظاہر کر دیا ہے اور انسان کی تمدنی حالت کو ایک حیرت انگیز انقلاب میں ڈال دیا ہے اور تدبیر امور سیاست اور درستی سامان رزم بزم میں وہ یدطولیٰ دکھلایا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کسی زمانہ میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی پس خدا کے بزرگ نبی کی پیشگوئی سے صدہا سال بعد جو واقعہ اُس پیشگوئی کی مقرر کردہ علامتوں کے موافق ظہور میں آیا ہے وہ یہی واقعہ یورپین طاقتوں کا ہے۔ سو جس طور سے خدا نے یاجوج ماجوج کے معنی ظاہر کر دیئے اور جس قوم کو موجودہ واقعہ نے اُن علامات کا مصداق ٹھہرا دیا اُس کو قبول نہ کرنا ایک کھلے کھلے حق سے انکار کرنا ہے۔ یوں تو انسان جب انکار پر اصرار کرے تو اُس کا منہ کون بند کر سکتا ہے لیکن ایک منصف مزاج آدمی جو طالبِ حق ہے وہ اِن تمام امور پر اطلاع پا کر پورے اطمینان اور ثلجِ صدر سے گواہی دے گا کہ بلاشبہ یہی قومیں یاجوج ماجوج ہیں۔

اور جب یہ ثابت ہوا کہ یہی قومیں یاجوج ماجوج ہیں تو خود یہ ثابت شدہ امر ہے کہ مسیح موعود یاجوج ماجوج کے وقت میں ظاہر ہوگا جیسا کہ قرآن شریف نے بھی یاجوج ماجوج کے غلبہ اور طاقت کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا [1] یعنی یاجوج ماجوج کے زمانہ میں بڑا تفرقہ اور پھوٹ لوگوں میں پڑ جائے گی اور ایک مذہب دوسرے مذہب پر اور ایک قوم دوسری قوم پر حملہ کرے گی۔ تب اُن دنوں میں خدا تعالیٰ اس پھوٹ کے دُور کرنے کے لئے آسمان سے بغیر انسانی ہاتھوں کے اور محض آسمانی نشانوں سے اپنے کسی مُرسَل کے ذریعہ جو صُور یعنی قرنا کا حکم رکھتا ہوگا اپنی پُر ہیبت آواز لوگوں تک پہنچائے گا جس میں ایک بڑی کشش ہوگی اور اس طرح پر خدا تعالیٰ تمام متفرق لوگوں کو ایک مذہب پر جمع کر دے گا۔

اور احادیث صحیحہ صاف اور صریح لفظوں میں بتلا رہی ہیں کہ یاجوج ماجوج کا زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ جب قوم یاجوج ماجوج اپنی قوت اور طاقت کے ساتھ تمام قوموں پر غالب آ جائے گی اور ان کے ساتھ کسی کو تاب مقابلہ نہیں رہے گی۔ تب مسیح موعود کو حکم ہوگا کہ اپنی جماعت کو کوہِ طور کی پناہ میں لے آوے یعنی آسمانی نشانوں کے ساتھ اُن کا مقابلہ کرے

[1] الکھف : ۱۰۰

مگر یاد رہے کہ کسی فرقہ متقدمین یا متاخرین نے یہ نہیں لکھا کہ مسیح کو اسی جہان میں خدا تعالیٰ نے چھپایا ہے۔ ہاں مسلمان صوفیوں کے ایک گروہ کا یہ مذہب ہے کہ مسیح کا آسمان سے فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہونا باطل ہے کیونکہ یہ صورت ایمان بالغیب کے مخالف ہے اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ جب فرشتے زمین پر اُترتے نظر آئیں گے تو اُس وقت دُنیا کا خاتمہ ہوگا اور اس وقت کا ایمان منظور نہ ہوگا۔ اور فرماتا ہے کہ فرشتوں کو زمین پر اُترتے دنیا کے لوگ ہرگز دیکھ نہیں سکتے۔ اور جب دیکھیں گے تو اس وقت یہ دنیا نہیں ہوگی۔ سو جب کہ قرآن شریف کے نصوص صریحہ اور آیات قطعیۃ الدلالت سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ فرشتوں کا نزول اُس وقت ہوگا کہ جب کہ ایمان لانا بے فائدہ ہوگا جیسا کہ جان کندن کے وقت جب فرشتے نظر آتے ہیں تو وہ وقت ایمان لانے کا وقت نہیں ہوتا تو اِس صورت میں یا تو یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ مسیح کے نزول کے بعد ایمان نفع نہیں دے گا مگر یہ عقیدہ تو صریح باطل ہے کیونکہ اِس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا پر کثرت سے پھیل جائے گا اور ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گی اور راستبازی ترقی کرے گی۔ پس جب کہ یہ عقیدہ رکھنا درست نہ ہوا تو بالضرورت برعایت نصوص صریحہ قرآن شریف کے اس دوسرے پہلو کو ماننا پڑا کہ فرشتوں کا اور اُن کے ساتھ مسیح کا نازل ہونا ظاہر طور پر محمول نہیں ہے بلکہ بوجہ قرینہ بیّنہ نص صریح قرآن کے اس نزول کے تاویلی طور پر معنے ہوں گے۔ کیونکہ جسمانی طور پر حضرت عیسیٰ کا آسمان سے فرشتوں کے ساتھ نازل ہونا نص صریح قرآن سے مخالف اور معارض پڑا ہے۔ یہی مشکل تھی جو اکابر اسلام کو پیش آئی اور اسی مشکل کی وجہ سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے کھلے کھلے طور پر بیان کر دیا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں اور اسی وجہ سے امام ابن حزم بھی اُن کی فوت☆ کے قائل ہوئے اور اِسی وجہ سے تمام اکابر علماء معتزلہ کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے۔ غرض آسمان سے نازل ہونے کا بطلان نہ صرف آیت قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ[1] سے ثابت ہوتا ہے

☆ اغلباً یہ لفظ موت ہے کاتب سے سہواً فوت لکھا گیا ہے (ناشر) [1] بنی اسرائیل : ۹۴

نیز مرزا قادیانی کی مندرجہ بالا تحریروں سے خود مرزا قادیانی کا نقلی مسیح ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس نے آکر دنیا سے اختلاف مٹانے کے بجائے بقول خود ایک "نیا فرقہ" بنایا، مرزا قادیانی نے اپنی جماعت کو "نیا فرقہ" متعدد جگہ پر لکھا ہے، مثال کے طور پر اس نے انگریزی حکومت کو اپنی جماعت کی وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے لکھا تھا:۔

"مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے گورنمنٹ کا اوّل درجہ کا وفادار اور جان نثار یہی نیا فرقہ ہے" (مجموعہ اشتہارات، جلد 2، صفحہ 193)

"میں گورنمنٹ عالیہ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ فرقہ جدیدہ جو برٹش انڈیا کے اکثر مقامات میں پھیل گیا ہے جس کا میں پیشوا اور امام ہوں گورنمنٹ کے لئے ہرگز خطرناک نہیں"۔ (مجموعہ اشتہارات، جلد 2، صفحہ 195)

تو جو مسیح خود "فرقہ جدیدہ" اور "نئے فرقہ" کا موجد ہو، وہ فرقہ بندی کا خاتمہ کیسے کر سکتا ہے؟ نیز مرزا کے بعد اس کی اپنی جماعت کا قادیانی و لاہوری اور دیگر متعدد گروہوں میں تقسیم ہونا ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اگر وہ اصلی مسیح ہوتا تو کم از کم اس کی اپنی جماعت مختلف گروہوں میں تقسیم نہ ہوتی۔

شبہ نمبر 7

رفع الی اللہ کا مطلب (آسمان کی طرف اٹھانا) کیسے؟

نزول کا مطلب آسمان سے نازل ہونا کیسے؟

کیا اللہ آسمان میں ہے؟

ساتھ پھرتا رہا اور آسمان کی طرف اس روح کو اُٹھا کر نہیں لے گیا۔ ایسا وہم تو سراسر خلاف نص و
حدیث اور مخالف تمام کتب الہامیہ ہے اور جبکہ ضروری طور پر یہی ماننا پڑا کہ ہر یک مومن کی
روح مرنے کے بعد آسمان کی طرف اُٹھائی جاتی ہے. تو اس سے صاف طور پر کھل گیا کہ
رافعک الیّ کے یہی معنے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے تو اُن کی روح

۱ آل عمران: ۵۶ ۲ النساء: ۱۵۹

رافعك اليَّ کا مطلب ((روح کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا)) کیسے؟ یہاں آسمان کا لفظ کہاں سے آیا؟

آسمان کی طرف اُٹھائی گئی بلاشبہ ہر یک شخص کا نورِ قلب اور کانشنس بلا تردّد اس بات کو سمجھ لیتا
اور قبول کر لیتا ہے کہ ایک شخص مومن کی موت کے بعد شرعی اور طبعی طور پر یہی ضروری امر ہے
کہ اس کی روح آسمان کی طرف اُٹھائی جائے اور اس طریق کا انکار کرنا گویا امہات مسائل ﴿۲۶۷﴾
دین کا انکار ہے اور نص اور حدیث سے کوئی ثبوت اس کا نہیں مل سکتا اگر حضرت عیسیٰ حقیقت
میں موت کے بعد پھر جسم کے ساتھ اُٹھائے گئے تھے تو قرآن شریف میں عبارت یوں چاہیئے

مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ثابت ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی فرقان حمید میں **رافعک الیّ** کا لفظ بھی تو موجود ہے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہو کر پھر آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔

اس وہم کا جواب یہ ہے کہ آسمان کا تو کہیں اس جگہ ذکر بھی نہیں اس کے معنے تو صرف اس قدر ہیں کہ مَیں اپنی طرف تجھے اُٹھاؤں گا اور ظاہر ہے کہ جو نیک آدمی مرتا ہے اُسی کی طرف روحانی طور پر اُٹھایا جاتا ہے کیا خدائے تعالیٰ دوسرے آسمان پر بیٹھا ہوا ہے جہاں حضرت یحیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی روح ہے اور نیز جس حالت میں قرآن شریف اور حدیث کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلا شبہ فوت ہو گئے تھے تو پھر اس ثبوت کے بعد رفع سے مراد جسم کے ساتھ اُٹھایا جانا کمال درجہ کی غلطی ہے بلکہ صریح اور بدیہی طور پر سیاق وسباق قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے فوت ہونے کے بعد اُن کی روح آسمان کی طرف اُٹھائی گئی۔ وجہ یہ کہ قرآن شریف میں صاف طور پر لکھا گیا ہے کہ ہر یک مومن جو فوت ہوتا ہے تو اس کی روح خدائے تعالیٰ کی طرف اُٹھائی جاتی ہے اور بہشت میں داخل کی جاتی ہے جیسا کہ اللہ جلّشانہٗ فرماتا ہے:۔

يَاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۔ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۔ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۔ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ [1] اے وہ نفس جو خدائے تعالیٰ سے آرام یافتہ ہے اپنے رب کی طرف چلا آ۔ تُو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت میں اندر آ۔ اس جگہ صاحب تفسیر معالم اس آیت کی تفسیر کر کے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۷۵ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بندہ مومن وفات پانے پر ہوتا ہے تو اس کی طرف اللہ جلّشانہٗ دو فرشتے بھیجتا ہے اور اُن کے ساتھ کچھ بہشت کا تحفہ بھی بھیجتا ہے اور وہ فرشتے آ کر اس کی روح کو کہتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ تو رَوح اور رَیحان اور اپنے رب کی طرف جو تجھ سے راضی ہے نکل آ۔ تب وہ روح مشک کی اس خوشبو کی طرح جو بہت لطیف اور خوش کرنے والی ہو

[1] الفجر: ۲۸ تا ۳۱

روح کو خدا کی طرف اٹھائے جانے کے لیے آسمان کی طرف کیوں اٹھایا جاتا ہے؟

مسیح کا مثیل بن کر آوے کیونکہ نبیوں کے مثیل ہمیشہ دنیا میں ہوتے رہتے ہیں بلکہ خدائے تعالیٰ ﴿۱۵۶﴾ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذُرّیّت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی وہ آسمان سے اُترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا اور وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور اُن کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا۔ فرزند دلبند گرامی و ارجمند **مظہر الحق و العلاء کانّ اللّٰہ نزل من السماء** لیکن یہ عاجز ایک خاص پیشگوئی کے مطابق جو خدائے تعالیٰ کی مقدس کتابوں میں پائی جاتی ہے مسیح موعود کے نام پر آیا ہے۔ **واللّٰہ اعلم و علمہ احکم۔**

جائیکہ از مسیح و نزولش سخن رود — گویم سخن اگرچہ ندارند باورم

﴿۱۵۷﴾ کاندر دلم دمید خداوند کردگار — کاں برگزیدہ را ز رہ صدق مظہرم

موعودم و بِحلیۂ ماثور آمدم — حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم

رنگم چو گندم است و بمو فرق بیّن ست — زِ انساں کہ آمد است در اخبار سرورم

﴿۱۵۸﴾ ایں مقدمم نہ جائے شکوک ست والتباس — سیّدؐ جدا کند ز مسیحائے احمرم

از کلمۂ منارۂ شرقی عجب مدار — چوں خود زِ مشرق است تجلّیِ نیّرم

اِینک منم کہ حسب بشارات آمدم — عیسیٰ کجاست تا بہ نہد پا بہ منبرم

اللہ کے آسمان سے اترنے کا کیا مطلب؟ کیا وہ زمین پر نہیں؟

اسلام کا ہے کہ اُس کی آسمانی روشنی صرف ایک ہی طرف سے نظر نہیں آتی بلکہ ہر ایک طرف سے اس کے ابدی چراغ نمایاں ہیں۔ اُس کی تعلیم بجائے خود ایک چراغ ہے اور اس کی قوت روحانی بجائے خود ایک چراغ ہے اور اس کے ساتھ جو خدا کی نصرت کے نشان ہیں وہ ہر ایک نشان چراغ ہے۔ اور جو شخص اس کی سچائی کے اظہار کے لئے خدا کی طرف سے آتا ہے وہ بھی ایک چراغ ہوتا ہے۔ میرا بڑا حصہ عمر کا مختلف قوموں کی کتابوں کے دیکھنے میں گذرا ہے مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے کسی دوسرے مذہب کی کسی تعلیم کو خواہ اس کا عقائد کا حصہ اور خواہ اخلاقی حصہ اور خواہ تدبیر منزلی اور سیاست مدنی کا حصہ اور خواہ اعمال صالحہ کی تقسیم کا حصہ ہو قرآن شریف کے بیان کے ہم پہلو نہیں پایا اور یہ قول میرا اس لئے نہیں کہ میں ایک شخص مسلمان ہوں بلکہ سچائی مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں یہ گواہی دوں اور یہ میری گواہی بے وقت نہیں بلکہ ایسے وقت میں ہے جب کہ دنیا میں مذاہب کی کُشتی شروع ہے۔ مجھے خبر دی گئی ہے کہ اس کُشتی میں آخر کار اسلام کو غلبہ ہے۔ میں زمین کی باتیں نہیں کہتا کیونکہ میں زمین سے نہیں ہوں بلکہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا نے میرے مُنہ میں ڈالا ہے زمین کے لوگ خیال کرتے ہوں گے کہ شاید انجام کار عیسائی مذہب دنیا میں پھیل جائے یا بدھ مذہب تمام دنیا پر حاوی ہو جائے مگر وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ یاد رہے کہ زمین پر کوئی بات ظہور میں نہیں آتی جب تک وہ بات آسمان پر قرار نہ پائے۔ سو آسمان کا خدا مجھے بتلاتا ہے کہ آخر اسلام کا مذہب دلوں کو فتح کرے گا۔ اس مذہبی جنگ میں مجھے حکم ہے کہ میں حکم کے طالبوں کو ڈراؤں۔ اور میری مثال اس شخص کی ہے جو ایک خطرناک ڈاکوؤں کے گروہ کی خبر دیتا ہے جو ایک گاؤں کی غفلت کی حالت میں اس پر ڈاکہ مارنا چاہتے ہیں۔ پس جو شخص اُس کی سنتا ہے وہ اپنا مال اُن ڈاکوؤں کی دستبرد سے بچالیتا ہے اور جو نہیں سنتا وہ غارت کیا جاتا ہے۔ ہمارے وقت میں دو قسم کے ڈاکو ہیں

﴿۱۲﴾

کیا مرزا کا خدا صرف آسمان کا خدا تھا؟

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ۝۹

قریب ہوگا کہ وہ غصّہ کے مارے پھٹ پڑے جب کبھی اس میں کوئی جماعت ڈالی جائےگی، اس (جہنم) کے دربان اُن سے پوچھیں گے کہ کیا تمھارے پاس کوئی نبی نہیں آیا تھا۔

قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ۝۱۰

وہ کہیں گے، ہاں ہمارے پاس نبی ضرور آیا تھا پر ہم نے اُسے جھٹلا دیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ اللہ نے کچھ بھی نہیں اُتارا (سب تمھارا جھوٹ ہے) تم ایک کھلی گمراہی میں مبتلا ہو (اور اپنے خیالات کو الہام سمجھتے ہو)

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۝۱۱

اور ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر ہم سُننے کی طاقت رکھتے یا عقل رکھتے تو کبھی دوزخی نہ بنتے۔

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۝۱۲

پس انھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا، سو (اے فرشتو!) دوزخیوں کے لیے لعنت[1] مقدر کردو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ۝۱۳

یقیناً وہ لوگ جو کہ اپنے ربّ سے علیحدگی میں ڈرتے ہیں، اُن کو مغفرت اور بڑا اجر ملے گا۔

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۝۱۴

اور (اے لوگو) تم اپنی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو، وہ (خدا) دلوں کی بات کو بھی خوب جانتا ہے۔

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۝۱۵ ع

کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ جس نے پیدا کیا ہو وہی اندر کے حال نہ جانے حالانکہ وہ مخفی سے مخفی رازوں کا واقف اور بہت خبردار ہے۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۝۱۶

وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو رہنے کے قابل بنایا ہے پس اس کی وادیوں میں چلو پھرا ہو جاؤ اور اس (خدا) کے رزق سے کھاؤ اور اسی کی طرف لوٹ کے جانا ہے۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ۝۱۷

کیا تم آسمان میں رہنے والی ہستی سے اس بات سے امن میں آگئے ہو کہ وہ تم کو دنیا میں ذلیل کر دے اور تم دیکھ لو کہ وہ زمین ہل کر کھا رہی ہے (اور تم تباہی کے قریب ہو)

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ۝۱۸

کیا آسمان میں رہنے والی ہستی سے تم اس بات سے امن میں آگئے، کہ وہ تم پر پتھروں کا مینہ برسا دے۔ سو جس شکل میں بھی میرا غضب نازل ہوگا تم جان لوگے کہ میرا ڈرانا کیسا سخت تھا۔

[1] لعنت سُحقاً کا ترجمہ ہے اور سُحقاً مفعولِ مطلق ہے جس سے پہلے ایک فعل محذوف نکالنا نحو کے لحاظ سے ضروری ہے۔ اس کی وجہ سے ہم نے "مقدر کردو" کے الفاظ ترجمہ درست کرنے کے لیے محذوف نکالے ہیں۔

اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ

تفسیرِ صغیر

قرآنِ مجید

کا

اُردو بامحاورہ ترجمہ مع مختصر تفسیر

از

الحاج حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

ناشر

ادارۃ المصنفین ربوہ ضلع جھنگ

ایسی تنگدستی نہیں۔ اور وہ لوگ جو کامل استطاعت نہیں رکھتے وہ بھی اس طور پر اس کارخانہ کی مدد کر سکتے ہیں جو اپنی اپنی طاقت مالی کے موافق ماہواری امداد کے طور پر عہد پختہ کے ساتھ کچھ کچھ رقوم نذر اس کارخانہ کی کیا کریں۔ کسل اور سرد مہری اور بدظنّی سے کبھی دین کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ بدظنّی ویران کرنے والی گھروں کی اور تفرقہ میں ڈالنے والی دلوں کی ہے۔ دیکھو جنہوں نے انبیاء کا وقت پایا انہوں نے دین کی اشاعت کے لئے کیسی کیسی جانفشانیاں کیں ﴿۵۲﴾ جیسے ایک مالدار نے دین کی راہ میں اپنا پیارا مال حاضر کیا ایسا ہی ایک فقیر دریوزہ گر نے اپنی مرغوب ٹکڑوں کی بھری ہوئی زنبیل پیش کر دی۔ اور ایسا ہی کئے گئے جب تک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے فتح کا وقت آ گیا۔ مسلمان بننا آسان نہیں۔ مومن کا لقب پانا سہل نہیں۔ سواے لوگو اگر تم میں وہ راستی کی روح ہے جو مومنوں کو دی جاتی ہے تو اس میری دعوت کو سرسری نگاہ سے مت دیکھو۔ نیکی حاصل کرنے کی فکر کرو کہ خدا تعالیٰ تمہیں آسمان پر دیکھ رہا ہے کہ تم اس پیغام کو سُن کر کیا جواب دیتے ہو۔

اے مسلمانو! جو اولوالعزم مومنوں کے آثار باقیہ ہو اور نیک لوگوں کی ذرّیت ہو انکار اور بدظنّی کی طرف جلدی نہ کرو اور اس خوفناک وبا سے ڈرو جو تمہارے ارد گرد پھیل رہی ہے اور بے شمار لوگ اس کے دامِ فریب میں آ گئے ہیں۔ تم دیکھتے ہو کہ کس قدر زور سے دین اسلام کے مٹانے کے لئے کوشش ہو رہی ہے۔ کیا تم پر یہ حق نہیں کہ تم بھی کوشش کرو۔ اسلام انسان کی طرف سے نہیں کہ تا انسانی کوششوں سے برباد ہو سکے مگر افسوس اُن پر ہے کہ جو اس بیخ کنی ﴿۵۳﴾ کے لئے درپے ہیں اور پھر دُوسرا افسوس اُن پر ہے جو اپنی عورتوں اور اپنے بچوں اور اپنے نفس کی عیاشیوں کے لئے تو اُن کے پاس سب کچھ ہے مگر اسلام کے حصّہ کا اُن کی جیب میں کچھ نہیں۔ کاہلو تم پر افسوس! کہ آپ تو تم اعلاء کلمۂ اسلام اور دینی انوار کے دکھلانے کی کچھ قوت نہیں رکھتے مگر خدا تعالیٰ کے قائم کردہ کارخانہ کو بھی جو اسلام کی چمکار ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے شکر کے ساتھ قبول نہیں کر سکتے۔ آج کل اسلام اس چراغ کی طرح ہے جو ایک صندوق میں بند کر دیا جائے

ہر مجلس میں شرمندہ ہوتے ہیں اور ناحق اور بیجا تاویلیں کرنی پڑتی ہیں۔

خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا کہ تا میں حلم اور خلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اُس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے لوگوں کو راہِ راست پر چلاؤں۔ انسان کو اِس بات کی ضرورت ہے کہ ایسے دلائل اُس کو ملیں جن کے رُو سے اُس کو یقین آ جائے کہ خدا ہے کیونکہ ایک بڑا حصہ دنیا کا اسی راہ سے ہلاک ہو رہا ہے کہ اُن کو خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی الہامی ہدایتوں پر ایمان نہیں ہے۔ اور خدا کی ہستی کے ماننے کے لئے اِس سے زیادہ صاف اور قریب الفہم اور کوئی راہ نہیں کہ وہ غیب کی باتیں اور پوشیدہ واقعات اور آئندہ زمانہ کی خبریں اپنے خاص لوگوں کو بتلاتا ہے اور وہ نہاں در نہاں اسرار جن کا دریافت کرنا انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اپنے مقربوں پر ظاہر کر دیتا ہے۔ کیونکہ انسان کے لئے کوئی راہ نہیں جس کے ذریعہ سے آئندہ زمانہ کی ایسی پوشیدہ اور انسانی طاقتوں سے بالاتر خبریں اس کو مل سکیں۔ اور بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ غیب کے واقعات اور غیب کی خبریں بالخصوص جن کے ساتھ قدرت اور حکم ہے ایسے امور ہیں جن کے حاصل کرنے پر کسی طور سے انسانی طاقت خود بخود قادر نہیں ہوسکتی۔ سو خدا نے میرے پر یہ احسان کیا ہے جو اس نے تمام دنیا میں سے مجھے اس بات کے لئے منتخب کیا ہے کہ تا وہ اپنے نشانوں سے گمراہ لوگوں کو راہ پر لاوے۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے آسمان سے دیکھا ہے کہ عیسائی مذہب کے حامی اور پیرو یعنی پادری سچائی سے بہت دُور جا پڑے ہیں اور وہ ایک ایسی قوم ہے کہ نہ صرف آپ صراطِ مستقیم کو کھو بیٹھے ہیں بلکہ ہزارہا کوس تک خشکی تری کا سفر کر کے یہ چاہتے ہیں کہ اوروں کو بھی اپنے جیسا کر لیں وہ نہیں جانتے کہ حقیقی خدا کون ہے بلکہ اُن کا خدا اُنہی کی ایک ایجاد ہے اس لئے خدا کے اُس رحم نے جو انسانوں کے لئے وہ رکھتا ہے تقاضا کیا کہ اپنے بندوں کو اُن کے دامِ تزویر سے چھڑائے اس لئے اُس نے اپنے اِس مسیح کو بھیجا تا وہ دلائل کے حربہ سے اُس صلیب کو توڑے جس نے حضرت عیسٰی علیہ السلام

﴿۸﴾

کہ ایسے لوگ کن قبروں میں دفن کئے گئے کیا مسلمانوں کی قبروں میں یا علیحدہ اور اسلامی سلطنت☆ میں قتل ہوئے یا امن سے عمر گزاری۔ **حافظ** صاحب سے تو یہ ثبوت طلب کیا جائے اور پھر میرے **معجزات** اور دیگر دلائل نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے طلبِ **ثبوت** کے لئے **بعض منتخب علماء ندوہ کے** قادیان میں آویں اور **مجھ** سے **معجزات** اور دلائل یعنی نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کا ثبوت لیں پھر اگر سنّت انبیاء علیہم السلام کے مطابق مَیں نے پورا ثبوت نہ دیا تو مَیں راضی ہوں کہ میری کتابیں جلائی جائیں لیکن اس قدر محنت اُٹھانا بڑے **باخدا** کا کام ہے **ندوہ** کو کیا ضرورت جو اس **قدر** سر درد اُٹھاوے اور کونسا **فکرِ آخرت** ہے **تا خدا** سے ڈرے مگر ندوہ کے علماء ایک ایک کر کے یاد رکھیں کہ وہ ہمیشہ اس **دنیا** میں نہیں رہ سکتے موتیں پکار رہی ہیں اور جس **لہو ولعب** میں وہ مشغول ہو رہے ہیں جس کا نام وہ **دین** رکھتے ہیں خدا آسمان پر دیکھ رہا ہے اور جانتا ہے کہ **وہ دین** نہیں ہے وہ ایک چھلکے پر راضی ہیں اور **مغز** سے بے خبر ہیں یہ اسلام کی خیر خواہی نہیں بلکہ بدخواہی ہے۔ **کاش** اگر ان کی آنکھیں ہوتیں تو وہ سمجھتے کہ دنیا میں بڑا گناہ کیا گیا کہ خدا کے **مسیح** کو رد کر دیا گیا اِس بات کا ہر ایک کو مَرنے کے بعد پتہ لگے گا اور حافظ صاحب مجھے ڈراتے ہیں کہ تم اگر امرتسر میں نہ آئے تو اپنے دعوے میں تمام دنیا میں کاذب سمجھے جاؤ گے۔ **اے حافظ** صاحب! دنیا کس کی ہے خدا کی یا آپ کی۔ آپ لوگ تو اب بھی مجھے کاذب ہی سمجھ رہے ہیں۔ اس کے بعد اور کیا سمجھیں گے۔ آپ کی دنیا کی ہمیں کیا پرواہ۔ ہر ایک نفس میرے خدا کے قدموں کے نیچے ہے۔ اے بداندیش حافظ سُن۔ تجھے کیا خبر کہ کس قدر خدا کی تائید میری ترقی کر رہی ہے۔ حاسد اگر مر بھی جائے تو یہ ترقی رُک نہیں سکتی کیونکہ خدا کے ہاتھ سے اور خدا کے وعدہ کے موافق ہے نہ انسان کے ہاتھ سے۔ خدا نے میری جماعت سے پنجاب اور ہندوستان کے شہروں کو بھر دیا۔ چند سال میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ اشخاص نے میری بیعت کی۔ کیا ابھی آپ نہیں سمجھتے کہ آسمان پر کس کی تائید ہو رہی ہے۔ میرے خیال میں تو دس ہزار

☆ اسلام کی سلطنت میں ثبوت دینے میں یہ کافی نہیں کہ ایسا شخص جو مدعی نبوت تھا مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور نہ اس کا جنازہ پڑھا گیا بلکہ کافی ثبوت کے لئے یہ ثابت کرنا بھی ہوگا کہ وہ قتل بھی کیا گیا کیونکہ وہ مُرتد تھا لیکن حافظ صاحب اگر یہ ثبوت دیدیں تو گویا جس امر سے بھاگتے تھے اُسی کو قبول کرلیں گے۔ منہ

رفع لعنت کے مقابل پر نہیں بلکہ جیسا کہ لعنت بھی ایک روحانی امر ہے ایسا ہی رفع بھی ایک امر رُوحانی ہونا چاہئے ۔ پس وہی مقصود بالذّات امر تھا ۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ جو امر تصفیہ کے متعلق تھا وہ اعتراض تو بدستور گلے پڑا رہا اور خدا نے خواہ نخواہ ایک غیر متعلق بات جو یہود کے عقیدہ اور باطل استنباط سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتی یعنی رفع جسمانی اِس کا قصہ بار بار قرآن شریف میں لکھ مارا ۔ گویا سوال دیگر اور جواب دگر ۔ ظاہر ہے کہ رفع جسمانی یہود اور نصاریٰ اور اہلِ اسلام تینوں فرقوں کے عقائد کے رو سے مدار نجات نہیں☆ ۔ بلکہ کچھ بھی نجات اِس پر موقوف نہیں تو پھر کیوں خدا نے اس کو بار بار ذکر کرنا شروع کر دیا ۔ یہود کا یہ کب مذہب ہے کہ بغیر جسمانی رفع کے نجات نہیں ہو سکتی اور نہ سچا نبی ٹھہر سکتا ہے پھر اس لغو ذکر سے فائدہ کیا ہوا؟ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ جو تصفیہ کے لائق امر تھا جس کے عدم تصفیہ سے ایک سچا نبی جھوٹا ٹھہرتا ہے بلکہ نعوذ باللہ کافر بنتا ہے اور لعنتی کہلاتا ہے اس کا تو قرآن نے کچھ ذکر نہ کیا اور ایک بے ہودہ قصہ رفع جسمانی کا جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں شروع کر دیا ۔۞ غرض حضرت مسیح

﴿۱۷﴾

☆ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُس رفع سے منکر تھے جو ہر یک مومن کے لئے مدارِ نجات ہے کیونکہ مسلمانوں کی طرح اُن کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جان نکلنے کے بعد ہر یک مومن کی رُوح کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں مگر کافر پر آسمان کے دروازے بند ہوتے ہیں اس لئے اس کی رُوح نیچے شیطان کی طرف پھینک دی جاتی ہے جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں بھی شیطان کی طرف ہی جاتا تھا لیکن مومن اپنی زندگی میں اوپر کی طرف جاتا ہے اس لئے مرنے کے بعد بھی خدا کی طرف اس کا رفع ہوتا ہے اور اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ کی آواز آتی ہے ۔ منہ

۞ رفع جسمانی کا خیال اُس وقت نصاریٰ کے دل میں پیدا ہوا جبکہ اُن کا ارادہ ہوا کہ حضرت مسیح کو خدا بناویں اور دنیا کا مُنجّی قرار دیں ورنہ نصاریٰ بھی خود اس بات کے قائل ہیں کہ نجات کے لئے تو صرف روحانی رفع کافی ہے ۔ پس افسوس کہ جس امر کو نصاریٰ حضرت مسیح کی خدائی کے لئے استعمال کرتے ہیں اور ان کی ایک خصوصیت ٹھہراتے ہیں وہی امر مسلمانوں نے بھی اپنے عقیدہ میں داخل کر لیا ہے اگر مسلمان یہ جواب دیں کہ ہم تو ادریس کو بھی مسیح کی طرح آسمان پر ....[1] عقیدہ رکھتے ہیں ۔ یہ دوسرا جھوٹ ہے کیونکہ جیسا کہ تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے کہ اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ ادریس آسمان پر زندہ بجسم عنصری نہیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ وہ بھی کسی دن زمین پر مرنے کے لئے آئے گا تو اب خواہ نخواہ رفع جسمانی میں مسیح کی خصوصیت ماننی پڑی اور قبول کرنا پڑا کہ اس کا جسم غیر فانی ہے اور خدا کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور یہ صریح باطل ہے ۔ منہ

[1] معلوم ہوتا ہے کہ کاتب کی غلطی سے یہاں کچھ لفظ رہ گئے ہیں جو غالباً ”رہنے کا“ کے الفاظ ہیں ۔ (شمس)

الحق والعلٰی ۔ کَاَنَّ اللّٰہَ نزل من السّمآء ۔ انّا نُبَشِّرُکَ بغلامٍ
حق کا ظہور ہوگا۔ گویا آسمان سے خدا اُترے گا ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں
نافلۃً لک ۔ سَبّحک اللّٰہ ورافاک ۔ وعلّمک مالم تعلم
جو تیرا پوتا ہوگا خدا نے ہر ایک عیب سے تجھے پاک کیا اور تجھ سے موافقت کی اور وہ معارف تجھے سکھلائے جن کا تجھے علم نہ تھا
انہ کریم تمشی امامک وعادیٰ لک من عادی ۔ وقالوا ان ھٰذا
وہ کریم ہے وہ تیرے آگے آگے چلا اور تیرے دشمنوں کا وہ دشمن ہوا اور کہیں گے کہ یہ تو
الّا اختلاق ۔ الم تعلم ان اللّٰہ علٰی کلّ شیءٍ قدیر ۔ یلقی الروح
ایک بناوٹ ہے۔ اے معترض کیا تُو نہیں جانتا کہ خدا ہر ایک بات پر قادر ہے۔ جس پر اپنے بندوں میں سے
علٰی من یشاء من عبادہٖ ۔ کلّ برکۃ من محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم
چاہتا ہے اپنی رُوح ڈالتا ہے یعنی منصب نبوت اسکو بخشتا ہے اور یہ تو تمام برکت محمد صلعم سے ہے۔
﴿۹۶﴾ فتبارک من علّمَ وتعلّم ۔ خدا کی فیلنگ اور خدا کی
پس بہت برکتوں والا ہے جس نے اس بندہ کو تعلیم دی اور بہت برکتوں والا جس نے تعلیم پائی۔ خدا نے وقت کی ضرورت محسوس کی
مُہر نے کتنا بڑا کام کیا۔☆ انّی معک ومع اھلک
اور اسکے محسوس کرنے اور نبوت کی مُہر نے جس میں بشدت قوت کا فیضان ہے۔ بڑا کام کیا یعنی تیرے
مبعوث ہونے کے دو باعث ہیں (۱) خدا کا ضرورت کو محسوس کرنا اور آنحضرتؐ کی مُہر نبوت کا فیضان۔
ومع کلّ من احبّک ۔ تیرے لئے میرا نام چمکا۔
میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کے ساتھ اور ہر ایک کے ساتھ جو تجھ سے پیار کرتا ہے تیرے لئے میرے نام نے اپنی چمک دکھلائی۔
روحانی عالم تیرے پر کھولا گیا۔ فبصرک الیوم حدید ۔
روحانی عالم تیرے پر کھولا گیا۔ پس آج نظر تیری تیز ہے۔

☆ حاشیہ ۔ یہ وحی الٰہی کہ خدا کی فیلنگ اور خدا کی مُہر نے کتنا بڑا کام کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا نے اس زمانہ میں محسوس کیا کہ یہ ایسا فاسد زمانہ آگیا ہے جس میں ایک عظیم الشان مصلح کی ضرورت ہے اور خدا کی مُہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ اُمّتی ہے اور ایک پہلو سے ﴿۹۷﴾

حلیتین کا مرزائی دھوکہ
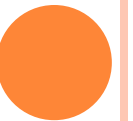
٣٢٣٨ ـ حدّثنا عبدُ الله بن يوسُفَ أخبرَنا الليثُ قال: حدَّثني عُقَيلٌ عنِ ابن شهابٍ قال: سمعتُ أبا سَلمةَ قال: أخبرني جابرُ بن عبدِ اللهِ رضيَ اللهُ عنهما أنه سمعَ النبيَّ ﷺ يقول: «ثمَّ فَتَرَ عنِّي الوَحيُ فترةً، فبَينا أنا أمشي سمعتُ صوتاً منَ السماءِ، فرفَعتُ بَصَري قِبَلَ السماء فإذا المَلكُ الذي قد جاءني بحِراءَ قاعدٌ على كرسيٍّ بينَ السماءِ والأرض، فَجُئِثْتُ منه حتّى هَوَيتُ إلى الأرض، فجئتُ أهلي فقلت: زَمِّلوني زمِّلوني، فأنزلَ اللهُ تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ ۝١ قُمْ فَأَنذِرْ﴾ إلى قولِهِ: ﴿وَٱلرُّجْزَ فَٱهْجُرْ﴾. قال أبو سلمةَ: والرجزُ: الأوثان».

[انظر الحديث: ٤].

٣٢٣٩ ـ حدّثنا محمدُ بن بَشّارٍ حدثنا غُندَرٌ حدَّثَنا شُعبة عن قَتادةَ. وقال لي خَليفة: حدَّثَنا يزيدُ بن زُرَيع حدَّثَنا سعيدٌ عن قَتادةَ عن أبي العاليةِ حدَّثَنا ابنُ عمِّ نبيِّكم ـ يعني ابنَ عبّاسٍ رضيَ اللهُ عنهما ـ عنِ النبيِّ ﷺ قال: «رأيتُ ليلةَ أُسرِيَ بي موسى رجُلاً آدمَ طُوالاً جَعداً كأنَّه من رجالِ شَنوءةَ، ورأيتُ عيسى رجُلاً مَربوعاً، مربوعَ الخَلقِ إلى الحُمرةِ والبياضِ، سَبِطَ الرأسِ، ورأيتُ مالكاً خازنَ النار، والدَّجالَ في آياتٍ أراهُنَّ اللهُ إيّاه ﴿فَلَا تَكُن فِى مِرْيَةٍ مِّن لِّقَآئِهِۦ﴾» قال أنسٌ وأبو بكرةَ عنِ النبيِّ ﷺ: «تحرُسُ الملائكة المدينةَ منَ الدجّال».

[الحديث ٣٢٣٩ ـ طرفه في: ٣٣٩٦].

٨ ـ باب ما جاء في صفةِ الجنَّةِ وأنها مخلوقة

قال أبو العالية: ﴿مُّطَهَّرَةٌ﴾: منَ الحيضِ والبول والبُصاق. ﴿كُلَّمَا رُزِقُواْ﴾: أُتوا بشيء، ثمَّ أُتوا بآخر. ﴿قَالُواْ هَٰذَا ٱلَّذِى رُزِقْنَا مِن قَبْلُ﴾: أوتينا من قبل. ﴿وَأُتُواْ بِهِۦ مُتَشَٰبِهًا﴾: يُشبهُ بعضهُ بعضاً ويختلف في الطعم. ﴿قُطُوفُهَا﴾: يَقطِفون كيفَ شاؤُوا. ﴿دَانِيَةٌ﴾: قريبة. ﴿ٱلْأَرَآئِكِ﴾: السُّرُر. وقال الحسن: النَّضرةُ في الوجوه، والسرورُ في القلب. وقال مجاهد ﴿سَلْسَبِيلًا﴾: حديدةُ الجريَة. ﴿غَوْلٌ﴾: وجعُ البطنِ. ﴿يُنزَفُونَ﴾: لا تذهبُ عقولهم. وقال ابنُ عباسٍ: ﴿دِهَاقًا﴾: مُمتلئاً. ﴿كَوَاعِبَ﴾: نَواهِد. ﴿رَّحِيقٍ﴾: الخمر. «التَّسنيم» يعلو شرابَ أهلِ الجنة. ﴿خِتَٰمُهُۥ﴾: طينُه ﴿مِسْكٌ﴾. ﴿نَضَّاخَتَانِ﴾: فيّاضَتانِ. يقال: ﴿مَّوْضُونَةٍ﴾: منسوجة، منه «وَضِينُ الناقة». و«الكوب» ما لا أُذُنَ له ولا عُروة، و«الأباريق» ذواتُ الآذانِ والعُرا. ﴿عُرُبًا﴾ مثقَّلةً، واحدُها عَروب، مثلُ صَبور وصُبُر، يسميها أهل مكةَ «العَرِبة»، وأهلُ المدينة «الغَنِجة» وأهلُ العِراق «الشَّكِلة». وقال مجاهد ﴿رَوْحٌ﴾: جنَّة ورَخاء. ﴿وَٱلرَّيْحَانُ﴾: الرِّزق. و«المَنْضود»: المَوز. ﴿ٱلْمَخْضُودِ﴾:
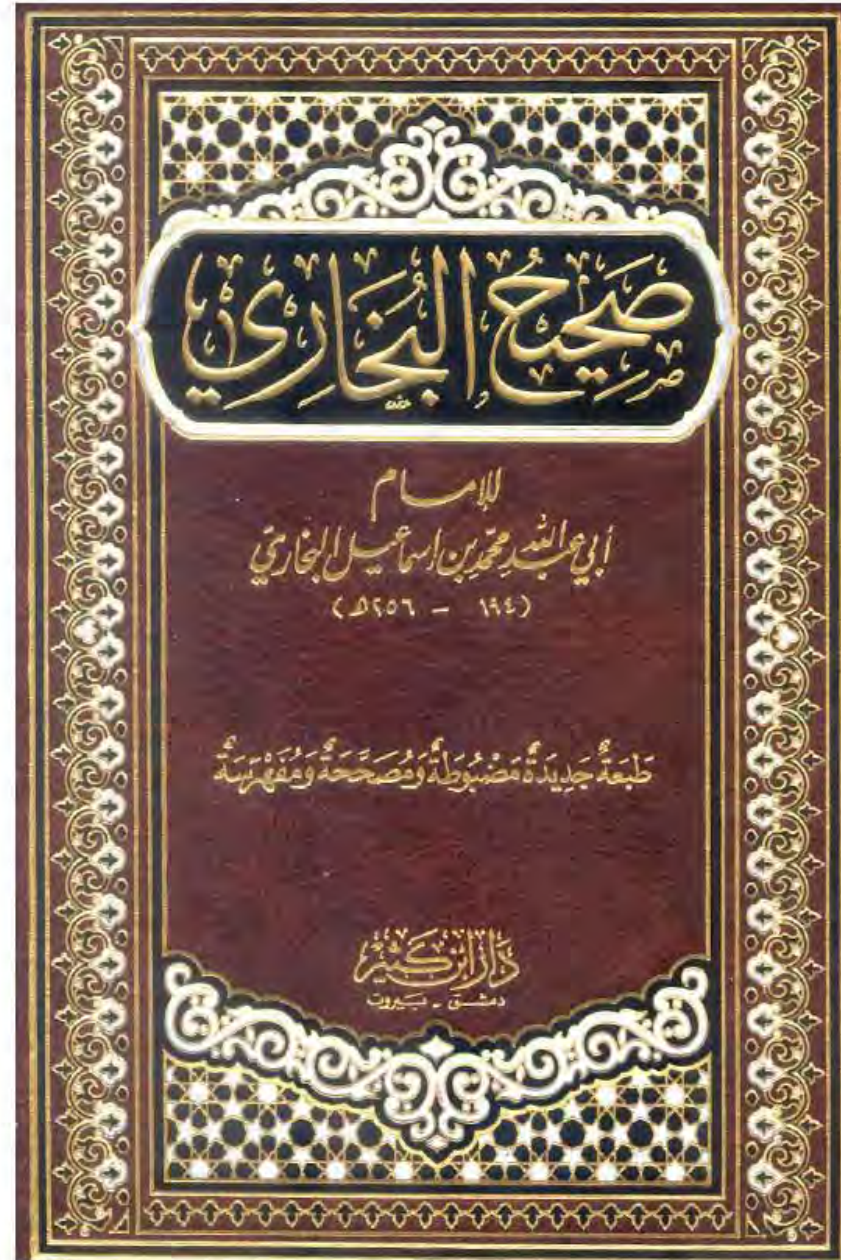
کے لئے بدبختی کا سبب بن سکتا ہے۔ عورت کی زینت یہی ہے کہ بچے سے اس کی گود بھرپور ہو اور بچہ کے لئے مرد سے ملاپ ضروری تھا جس کے لئے عورت نے انکار کر دیا۔ ممکن ہے اسی ملاپ میں اس کو اولاد کی نعمت حاصل ہو جاتی' اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مصالح ہیں جن کی بنا پر عورت کے لئے مرد کی اطاعت ضروری ہے۔ عدم اطاعت کی صورت میں بہت سے فسادات پیدا ہو سکتے ہیں۔

٣٢٣٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((ثُمَّ فَتَرَ عَنِّي الْوَحْيُ فَتْرَةً، فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعْتُ بَصَرِي قِبَلَ السَّمَاءِ فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءَ قَاعِدٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، فَجُئِثْتُ مِنْهُ حَتَّى هَوَيْتُ إِلَى الأَرْضِ، فَجِئْتُ أَهْلِي فَقُلْتُ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾. قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: وَالرُّجْزُ الأَوْثَانُ)). [راجع: ٤]

(٣٢٣٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم کو لیث نے خبر دی' کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ میں نے ابو سلمہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا تھا کہ (پہلے غار حراء میں جو حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھ کو سورۂ اقراء پڑھا کر گئے تھے اس کے بعد) مجھ پر وحی کا نزول (تین سال) بند رہا۔ ایک بار میں کہیں جا رہا تھا کہ میں نے آسمان میں سے ایک آواز سنی اور نظر آسمان کی طرف اٹھائی' میں نے دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا (یعنی حضرت جبریل علیہ السلام) آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں انہیں دیکھ کر اتنا ڈر گیا کہ زمین پر گر پڑا۔ پھر میں اپنے گھر آیا اور کہنے لگا کہ مجھے کچھ اڑھا دو' مجھے کچھ اڑھا دو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ﴿یا ایہا المدثر﴾ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "فاهجر" تک۔ ابو سلمہ نے کہا کہ آیت میں الرجز سے بت مراد ہیں۔

اسلام میں بت پرستی ایک گندا عمل ہے۔ اسی لئے بت پرستوں کو ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾ (التوبہ: ٢٨) کہا گیا ہے کہ شرک کرنے والے گندے ہیں۔ وہ بتوں کے پجاری ہوں یا قبروں کے ہر دو کا عنداللہ ایک ہی درجہ ہے۔

٣٢٣٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ: وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ: قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ - يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا - عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي مُوسَى رَجُلاً آدَمَ طُوَالاً جَعْدًا كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ،

(٣٢٣٩) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا ہم سے غندر نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے' (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' کہا ہم سے سعید بن عروبہ نے' ان سے قتادہ نے' ان سے ابو العالیہ نے اور ان سے تمہارے نبی کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' شب معراج میں میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ گندمی رنگ' قد لمبا اور بال گھنگھریالے تھے' ایسے لگتے تھے جیسے قبیلہ شنوءۃ کا کوئی شخص ہو اور

وَرَأَيْتُ عِيسَى رَجُلاً مَرْبُوعًا، مَرْبُوعَ الْخَلْقِ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، سَبِطَ الرَّأْسِ، وَرَأَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ، وَالدَّجَّالَ فِي آيَاتٍ أَرَاهُنَّ اللهُ إِيَّاهُ، فَلاَ تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ. قَالَ أَنَسٌ وَأَبُو بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: تَحْرُسُ الْمَلاَئِكَةُ الْمَدِينَةَ مِنَ الدَّجَّالِ)).

[طرفه في : ٣٣٩٦].

میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا تھا۔ درمیانہ قد' میانہ جسم' رنگ سرخی اور سفیدی لئے ہوئے اور سر کے بال سیدھے تھے (یعنی گھنگھریالے نہیں تھے) اور میں نے جہنم کے داروغہ کو بھی دیکھا اور دجال کو بھی' منجملہ ان آیات کے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دکھائی تھیں (سورۂ سجدہ میں اسی کا ذکر ہے کہ) پس (اے نبی!) ان سے ملاقات کے بارے میں آپ کسی قسم کا شک و شبہ نہ کریں' یعنی موسیٰ علیہ السلام سے ملنے میں۔ انس اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے یوں بیان کیا کہ جب دجال نکلے گا' تو فرشتے دجال سے مدینہ کی حفاظت کریں گے۔

ان دونوں روایتوں کو خود امام بخاری نے کتاب الحج اور کتاب الفتن میں روایت کیا ہے۔

٨- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ

باب جنت کا بیان اور یہ بیان کہ جنت پیدا ہو چکی ہے

اسی طرح دوزخ دونوں موجود ہیں' جملہ اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ ای موجودة الان واشار بذالک الی الرد علی من زعم من المعتزلة انها لا توجد الا یوم القیامة و قد ذکر البخاری فی الباب روایات کثیرة دالة علی ماترجم به فمنها ما یتعلق بکونها موجودة الان و منها ما یتعلق بصفتها واصرح مما ذکره فی ذالک ما اخرجه احمد و ابوداود باسناد قوی عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لما خلق الله الجنه قال لجبرئیل اذهب فانظر الیها ...... الحدیث (فتح الباری)

یعنی جنت اب موجود ہے اور اس میں معتزلہ کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ جنت قیامت ہی کے دن پیدا ہو گی۔ مصنف نے یہاں کئی احادیث ذکر کی ہیں۔ جن سے جنت کا وجود ثابت ہوتا ہے اور بعض احادیث جنت کی صفات سے متعلق ہیں اور اس بارے میں زیادہ صریح وہ حدیث ہے جس کو احمد اور ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب اللہ پاک نے جنت کو پیدا کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جاؤ اور جنت کو دیکھو۔

قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ: ﴿مُطَهَّرَةٌ﴾: مِنَ الْحَيْضِ وَالْبَوْلِ وَالْبُزَاقِ. ﴿كُلَّمَا رُزِقُوا﴾: أُتُوا بِشَيْءٍ، ثُمَّ أُتُوا بِآخَرَ. ﴿قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ﴾: أُوتِينَا مِنْ قَبْلُ. ﴿وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا﴾: يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا وَيَخْتَلِفُ فِي الطُّعُومِ. ﴿قُطُوفُهَا﴾: يَقْطِفُونَ كَيْفَ شَاؤُوا ﴿دَانِيَةٌ﴾: قَرِيبَةٌ. ﴿الأَرَائِكُ﴾: السُّرُرُ. وَقَالَ الْحَسَنُ: النَّضْرَةُ فِي

ابو العالیہ نے کہا (سورۂ بقرہ میں) جو لفظ ازواج مطهرة آیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ جنت کی حوریں حیض اور پیشاب اور تھوک اور سب گندگیوں سے پاک صاف ہوں گی اور جو یہ آیا ہے کلما رزقوا منها من ثمرة رزقا آخر آیت تک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ان کے پاس ایک میوہ لایا جائے گا پھر دوسرا میوہ تو جنتی کہیں گے یہ تو وہی میوہ ہے جو ہم کو پہلے مل چکا ہے۔ متشابها کے معنی صورت اور رنگ میں ملتے جلتے ہوں گے لیکن مزے میں جدا جدا ہوں گے (سورۂ حاقہ میں) جو لفظ قطوفها دانية آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بہشت کے میوے ایسے نزدیک ہوں گے کہ بہشتی

يَتَشاوَرُون. والجِذوة: قطعةٌ غليظةٌ منَ الخَشبِ ليس فيها لَهب. ﴿ سَنَشُدُّ ﴾: سنُعينُكَ، كلما عزَّزتَ شيئاً فقد جعلتَ له عَضُداً. وقال غيرهُ: كلما لم يَنطِقْ بحرفٍ، أو فيه تَمْتَمة أو فيه فأفأة فهي ﴿ عُقْدَةً ﴾. ﴿ أَزْرِى ﴾: ظَهرِي. ﴿ فَيُسْحِتَكُم ﴾ فيُهلِكَكم. ﴿ ٱلْمُثْلَىٰ ﴾: تأنيث الأمْثل، يقول: بدِينكم، يقال: خُذِ المثلى، خُذِ الأمْثَل. ﴿ ثُمَّ ٱئْتُوا۟ صَفًّا ﴾ يقال: هل أتيتَ الصفَّ اليومَ؟ يَعني المصلَّى الذي يُصلَّى فيه. ﴿ فَأَوْجَسَ ﴾: أضمَر خوفاً، فذَهَبتِ الواوُ من ﴿ خِيفَةً ﴾ لكسرةِ الخاء. ﴿ فِى جُذُوعِ ٱلنَّخْلِ ﴾: على جذُوع. ﴿ خَطْبُكَ ﴾: بالكَ. ﴿ مِسَاسَ ﴾ مصدرُ ماسَّهُ مِساساً. ﴿ لَنَنسِفَنَّهُۥ ﴾: لَنُذْرِيَنَّهُ (الضَّحاءُ): الحَرُّ. ﴿ قُصِّيهِ ﴾: اتبعي أثَرَهُ، وقد يكون أن نقُصَّ الكلامَ ﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ ﴾. ﴿ عَن جُنُبٍ ﴾ عن بعدٍ، وعن جَنابةٍ وعن اجتنابٍ واحدٌ. قال مجاهد: ﴿ عَلَىٰ قَدَرٍ ﴾: مَوعِدٍ. ﴿ وَلَا تَنِيَا ﴾: لا تضعُفا. ﴿ يَبَسًا ﴾: يابساً. ﴿ مِّن زِينَةِ ٱلْقَوْمِ ﴾: الحُليِّ الذي استَعاروا من آلِ فِرعَونَ. ﴿فقذفتها﴾: ألقيتها. ﴿ أَلْقَى ﴾: صَنع ﴿ مُوسَىٰ فَنَسِىَ ﴾ هم يقولونهُ أخطأَ الرَّبُّ أن لا يَرجعَ إليهم قولاً في العجلِ.

٣٣٩٣ ـ حدّثنا هُدْبَةُ بن خالدٍ حدثنا هَمامٌ حدَّثَنا قَتادةُ عن أنس بن مالكٍ عن **مالكِ بن صَعْصعةَ**: «أن رسولَ اللهِ ﷺ حدَّثهم عن ليلةِ أُسرِيَ بهِ، حتّى أتى السماءَ الخامسةَ فإذا هارونُ، قال: هذا هارونُ فسَلِّمْ عليه، فسلَّمتُ عليهِ، فرَدَّ ثم قال: مرحَباً بالأخِ الصالح والنبيِّ الصالح».

تابَعَهُ ثابتٌ وعبّادُ بن أبي عليٍّ عن أنس عنِ النبيِّ ﷺ. [انظر الحديث: ٣٢٠٧].

٢٣ ـ باب ﴿ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ ءَالِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَـٰنَهُۥٓ ﴾ **إلى قوله:** ﴿ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴾

٢٤ ـ باب قولِ اللهِ تعالى: ﴿ وَهَلْ أَتَىٰكَ حَدِيثُ مُوسَىٰٓ ﴾ ـ ﴿ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ﴾

٣٣٩٤ ـ حدّثنا إبراهيمُ بن موسى أخبرَنا هشامُ بن يوسفَ أخبرَنا معْمرٌ عنِ الزُّهريِّ عن سعيدِ بنِ المسيّب عن **أبي هريرةَ** رضيَ اللهُ عنه قال: «قال رسولُ اللهِ ﷺ: ليلةَ أُسرِيَ بي رأيتُ موسى وإذا هوَ رجُلٌ ضَرْبٌ رَجِلٌ كأنهُ من رجالِ شَنوءَة، ورأيتُ عيسى فإذا هو رجلٌ رَبعة أحمرُ كأنما خرَجَ من ديماس، وأنا أشبَهُ ولدِ إبراهيم ﷺ به. ثمَّ أُتِيتُ بإناءَينِ في أحدِهما لبنٌ وفي الآخَرِ خمرٌ فقال: اشرَبْ أيَّهما شئت، فأخذتُ اللبنَ فشرِبتهُ، فقيل: أخذتَ الفطرةَ، أما إنكَ لو أخذتَ الخمرَ غوَتْ أُمتُك».

[الحديث ٣٣٩٤ ـ أطرافه في: ٣٤٣٧، ٤٧٠٩، ٥٥٧٦، ٥٦٠٣].

٣٣٩٥ ـ حدّثني محمدُ بن بَشّارٍ حدَّثَنا غُندَرٌ حدَّثنا شعبةُ عن قتادةَ قال: سمعت أبا العاليةَ

٢٤- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى:
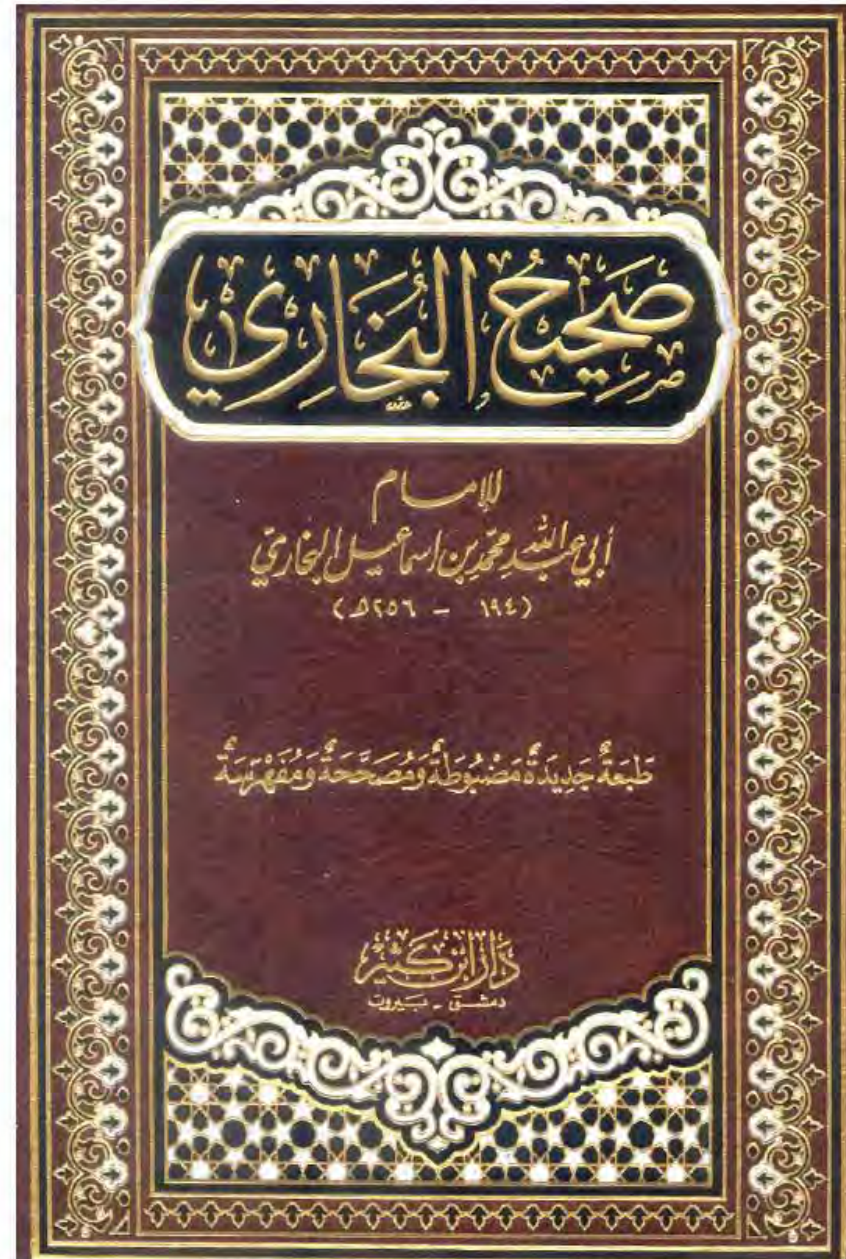
﴿وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى - وَكَلَّمَ اللهُ مُوسَى تَكْلِيمًا﴾

باب (سورۂ طٰہٰ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان اور کیا تجھ کو موسیٰ کا واقعہ معلوم ہوا ہے اور (سورۂ نساء میں) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا

اللہ کا کلام کرنا برحق ہے جس پر ایمان لانا فرض ہے اور اس میں کرید کرنا بدعت ہے۔

٣٣٩٤- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي رَأَيْتُ مُوسَى وَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ رَجِلٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ، وَرَأَيْتُ عِيسَى فَإِذَا رَجُلٌ رَبْعَةٌ أَحْمَرُ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيمَاسٍ، وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ بِهِ. ثُمَّ أُتِيتُ بِإِنَاءَيْنِ فِي أَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَفِي الآخَرِ خَمْرٌ فَقَالَ: اشْرَبْ أَيَّهُمَا شِئْتَ، فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ، فَقِيلَ: أَخَذْتَ الْفِطْرَةَ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ)).

[أطرافه في: ٣٤٣٧، ٤٧٠٩، ٥٥٧٦، ٥٦٠٣].

(٣٣٩٤) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی' کہا ہم کو معمر نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہیں سعید بن مسیب نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس رات کی کیفیت بیان کی جس میں آپ کو معراج ہوا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ ایک دبلے پتلے سیدھے بالوں والے آدمی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قبیلہ شنوہ میں سے ہوں اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا' وہ میانہ قد اور نہایت سرخ و سفید رنگ والے تھے۔ ایسے ترو تازہ اور پاک و صاف کہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی غسل خانہ سے نکلے ہیں اور میں ابراہیم علیہ السلام سے ان کی اولاد میں سب سے زیادہ مشابہ ہوں۔ پھر دو برتن میرے سامنے لائے گئے۔ ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ دونوں چیزوں میں سے آپ کا جو جی چاہے پیجئے' میں نے دودھ کا پیالہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے پی گیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا (دودھ آدمی کی پیدائشی غذا ہے) اگر اسکے بجائے آپ نے شراب پی ہوتی تو آپکی امت گمراہ ہو جاتی۔

٣٣٩٥- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ: قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ - يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ - عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لاَ يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ: أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى. وَنَسَبَهُ إِلَى أَبِيهِ)).

[أطرافه في: ٣٤١٣، ٤٦٣٠، ٧٥٣٩].

(٣٣٩٥) مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا ہم سے غندر نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے بیان کیا' ان سے ابوالعالیہ نے بیان کیا اور ان سے تمہارے نبی کے چچا زاد بھائی یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی شخص کو یوں نہ کہنا چاہئے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں' حضور ﷺ نے ان کا نام ان کے والد کی طرف منسوب کر کے لیا۔

٣٣٩٦- وَذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ

(٣٣٩٦) اور حضور ﷺ نے شب معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

حدیث نمبر 2: صحیح بخاری

٣٤٣٨ ـ حدّثنا محمدُ بن كثيرٍ أخبرَنا إسرائيلُ أخبرنا عثمانُ بنُ المغيرة عن مجاهدٍ عن ابنِ عبّاسٍ رضي اللهُ عنهما قال: قال النبيُّ ﷺ: «رأيتُ عيسى وموسى وإبراهيمَ، فأما عيسى فأحمرُ جَعْدٌ عَريضُ الصدرِ، وأما موسى فآدَمُ جَسيمٌ سبطٌ كأنه مِن رجالِ الزُّطِّ».

٣٤٣٩ ـ حدّثنا إبراهيمُ بن المنذرِ حدَّثَنا أبو ضمرةَ حدَّثَنا موسى بن نافعٍ عن عبدِ الله «ذَكَرَ النبيُّ ﷺ يوماً بينَ ظَهرَي الناسِ المسيحَ الدجّالَ فقال: إنَّ اللهَ ليس بأعورَ، ألا إن المسيحَ الدجالَ أعورُ العينِ اليُمنى، كأنَّ عَينَهُ عنبَةٌ طافية». [انظر الحديث: ٣٠٥٧، ٣٣٣٧].

٣٤٤٠ ـ وأراني الليلةَ عندَ الكعبةِ في المنام، فإذا رجل آدمُ كأحسنِ ما يُرَى مِن أُدْمِ الرجال، تَضرِبُ لمتُهُ بينَ مَنكِبَيه، رجِلُ الشَّعرِ يَقطُرُ رأسُه ماءً، واضِعاً يَدَيهِ على مَنكِبي رجُلَينِ يَطوفُ بالبيت، فقلتُ: من هذا؟ فقالوا: هذا المسيحُ ابن مريم. ثمَّ رأيتُ رجُلاً وراءَهُ جَعداً قَطِطاً أعورَ عينِ اليُمنى كأشبَهِ من رأيتُ بابن قَطَنٍ، واضعاً يَدَيهِ على مَنكِبَيْ رجُلٍ يَطوفُ بالبيتِ، فقلتُ: مَن هذا؟ قالوا: المسيحُ الدجال».

تابعَه عُبَيدُ اللهِ عن نافع. [الحديث ٣٤٤٠ ـ أطرافه في: ٣٤٤١، ٥٩٠٢، ٦٩٩٩، ٧٠٢٦، ٧١٢٨].

٣٤٤١ ـ حدّثنا أحمدُ بنُ محمدٍ المكيُّ قال: سمعتُ إبراهيمَ بن سعدٍ قال: حدَّثني الزُّهريُّ عن سالم عن أبيهِ قال: «لا واللهِ، ما قال النبيُّ ﷺ لعيسى أحمرُ، ولكن قال: بينما أنا نائمٌ أطوفُ بالكعبةِ، فإذا رجل آدمُ سَبِطُ الشعرِ يُهادَى بينَ رجُلَين يَنطِفُ رأسه ماءً ـ أو يُهراقُ رأسهُ ماءً ـ فقلتُ: مَن هذا؟ قالوا: ابنُ مريمَ، فذَهبتُ فإذا رجُلٌ أحمرُ جَسيمٌ جَعدُ الرأسِ أعوَرُ عَينهِ اليمنى كأنَّ عينهُ عنَبةٌ طافية، قلت: مَن هذا؟ قالوا: هذا الدجال، وأقرَبُ الناسِ بهِ شَبَهاً ابنُ قَطَن. قال الزُّهريُّ: رجُلٌ من خُزاعةَ هلكَ في الجاهلية». [انظر الحديث: ٣٤٤٠].

٣٤٤٢ ـ حدّثنا أبو اليمانِ أخبرَنا شُعيبٌ عنِ الزُّهريِّ قال: أخبرَني أبو سَلمةَ بن عبدِ الرحمن أنَّ أبا هريرة رضيَ اللهُ عنه قال: «سمعت رسولَ اللهِ ﷺ يقول: أنا أولى الناسِ بابنِ مريمَ، والأنبياءُ أولادُ عَلّات ليسَ بيني وبينَهُ نبيّ». [الحديث ٣٤٤٢ ـ طرفه في: ٣٤٤٣].

٣٤٤٣ ـ حدّثنا محمدُ بن سِنان حدَّثَنا فُلَيحُ بن سليمانَ حدَّثَنا هِلالُ بن عليٍّ عن عبدِ الرحمنِ بن أبي عَمرةَ عن أبي هريرةَ قال: «قال رسولُ اللهِ ﷺ: أنا أولى الناس بعيسى ابنِ مريمَ في الدُّنيا والآخرة، والأنبياء إخْوة لعَلّاتٍ أمَّهاتُهم شَتّى ودِينهم واحد». وقال إبراهيمُ بن طهمانَ عن موسى بنِ عُقبةَ عن صَفوانَ بنِ سُلَيمٍ عن عطاءِ بنِ يَسارٍ عن أبي هريرةَ رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ. [انظر الحديث: ٣٤٤٢].

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ لَقِيْتُ مُوسَى، قَالَ: فَنَعَتَهُ فَإِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهُ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّأْسِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ. قَالَ: وَلَقِيْتُ عِيْسَى، فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: رَبْعَةٌ أَحْمَرُ، كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ - يَعْنِي الْحَمَّامَ - وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيْمَ وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِهِ بِهِ. قَالَ: وَأُتِيْتُ بِإِنَاءَيْنِ أَحَدُهُمَا لَبَنٌ وَالآخَرُ فِيْهِ خَمْرٌ، فَقِيْلَ لِي: خُذْ أَيَّهُمَا شِئْتَ، فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ، فَقِيْلَ لِي: هُدِيْتَ الْفِطْرَةَ - أَوْ أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ - أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ)).

[راجع: ٣٣٩٤]

نے بیان کیا' کہا مجھ کو سعید بن مسیب نے خبر دی اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس رات میری معراج ہوئی' میں نے عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی تھی۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت ﷺ نے ان کا حلیہ بیان کیا کہ وہ ---- میرا خیال ہے کہ معمر نے کہا --- دراز قامت اور سیدھے بالوں والے تھے جیسے قبیلہ شنوہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ آپ نے بیان کیا کہ میں نے عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا بھی حلیہ بیان فرمایا کہ درمیانہ قد اور سرخ و سپید تھے' جیسے ابھی ابھی غسل خانے سے باہر آئے ہوں اور میں نے ابراہیم علیہ السلام سے بھی ملاقات کی تھی اور میں ان کی اولاد میں ان سے سب سے زیادہ مشابہ ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس دو برتن لائے گئے' ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب۔ مجھ سے کہا گیا کہ جو آپ کا جی چاہے لے لو۔ میں نے دودھ کا برتن لے لیا اور پی لیا۔ اس پر مجھ سے کہا گیا کہ فطرت کی طرف آپ نے راہ پالی' یا فطرت کو آپ نے پا لیا۔ اسکے بجائے اگر آپ شراب کا برتن لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

٣٤٣٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيْلُ أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((رَأَيْتُ عِيْسَى وَمُوسَى وَإِبْرَاهِيْمَ، فَأَمَّا عِيْسَى فَأَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيْضُ الصَّدْرِ، وَأَمَّا مُوسَى فَآدَمُ جَسِيْمٌ سَبِطٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ الزُّطِّ)).

(٣٤٣٨) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا' کہا ہم کو اسرائیل نے خبر دی' کہا ہم کو عثمان بن مغیرہ نے خبر دی' انہیں مجاہد نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' میں نے عیسیٰ' موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نہایت سرخ گھنگھریالے بال والے اور چوڑے سینے والے تھے اور موسیٰ علیہ السلام گندم گوں' دراز قامت اور سیدھے بالوں والے تھے جیسے کوئی قبیلہ زط کا آدمی ہو۔

زط سوڈان کا ایک قبیلہ یا یموو کا' جہاں کے لوگ دبلے پتلے لمبے قد کے ہوتے ہیں۔ زط سے جاٹ کا لفظ بنا ہے جو ہندوستان کی ایک مشہور قوم ہے جو ہندو اور مسلمان ہر دو مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ روایت میں عن مجاهد عن ابن عمر ناقلین کا سہو ہے اصل میں صحیح یہ ہے عن مجاهد عن ابن عباس

٣٤٣٩- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى عَنْ نَافِعٍ

(٣٤٣٩) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابو ضمرہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے موسیٰ نے بیان کیا' ان سے

حدیث نمبر 3: صحیح بخاری

قَالَ عَبْدُ اللهِ: ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا بَيْنَ ظَهْرَيِ النَّاسِ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ: ((إِنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، أَلَا إِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى، كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ)). [راجع: ٣٠٥٧]

نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن لوگوں کے سامنے دجال کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے' لیکن دجال داہنی آنکھ سے کانا ہوگا' اس کی آنکھ اٹھے ہوئے انگور کی طرح ہوگی۔

٣٤٤٠- وَأَرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ، فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ كَأَحْسَنِ مَا يُرَى مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ، تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ، رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً، وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ. فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالُوا: هَذَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ. ثُمَّ رَأَيْتُ رَجُلاً وَرَاءَهُ جَعْدًا قَطِطًا أَعْوَرَ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَشْبَهِ مَنْ رَأَيْتُ بِابْنِ قَطَنٍ، وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْ رَجُلٍ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ، فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ. تَابَعَهُ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ.

(۳۴۴۰) اور میں نے رات کعبہ کے پاس خواب میں ایک گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھا جو گندمی رنگ کے آدمیوں میں شکل کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین و جمیل تھا۔ اس کے سر کے بال شانوں تک لٹک رہے تھے' سر سے پانی ٹپک رہا تھا اور دونوں ہاتھ دو آدمیوں کے شانوں پر رکھے ہوئے وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ تو فرشتوں نے بتایا کہ یہ مسیح ابن مریم ہیں۔ اس کے بعد میں نے ایک شخص کو دیکھا' سخت اور مڑے ہوئے بالوں والا جو داہنی آنکھ سے کانا تھا۔ اسے میں نے ابن قطن سے سب سے زیادہ شکل میں ملتا ہوا پایا' وہ بھی ایک شخص کے شانوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا' یہ کون ہے؟ فرشتوں نے بتایا کہ یہ دجال ہے۔ اس روایت کی متابعت عبیداللہ نے نافع سے کی ہے۔

[أطرافه في: ٣٤٤١، ٥٩٠٢، ٦٩٩٩، ٧٠٢٦، ٧١٢٨].

٣٤٤١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَا وَاللهِ، مَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعِيسَى أَحْمَرُ، وَلَكِنْ قَالَ: ((بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ أَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ سَبْطُ الشَّعْرِ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ يَنْطِفُ رَأْسُهُ مَاءً - أَوْ يُهَرَاقُ رَأْسُهُ مَاءً - فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: ابْنُ مَرْيَمَ.

(۳۴۴۱) ہم سے احمد بن محمد مکی نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا' کہا کہ مجھ سے زہری نے بیان کیا' ان سے سالم نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم نبی کریم ﷺ نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ سرخ تھے بلکہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ میں نے خواب میں ایک مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے اپنے کو دیکھا' اس وقت مجھے ایک صاحب نظر آئے جو گندمی رنگ لٹکے ہوئے بال والے تھے' دو آدمیوں کے درمیان ان کا سہارا لئے ہوئے اور سر سے پانی صاف کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو فرشتوں نے جواب دیا

حدیث نمبر 4: صحیح بخاری

هَمَّامُ بن يَحْيَى عن قَتَادَةَ، عن عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ آدَمَ، عن أَبي هُرَيْرَةَ عن النَّبيِّ ﷺ قالَ: «لَيْسَ بَيْني وَبَيْنَهُ يَعْني عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ، نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ نَازِلٌ فإذَا رَأَيْتُمُوهُ فاعْرِفُوهُ: رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ. فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الإسْلَامِ فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيُهْلِكُ اللهُ في زَمَانِهِ المِلَلَ كُلَّهَا إلَّا الإسْلَامَ وَيُهْلِكُ المَسِيحَ الدَّجَّالَ فَيَمْكُثُ في الأرْضِ أرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يُتَوَفَّى فَيُصَلِّي عَلَيْهِ المُسْلِمُونَ».

ﷺ نے فرمایا: ”میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے‘ اور وہ اترنے والے ہیں‘ جب تم انہیں دیکھو گے تو پہچان جاؤ گے کہ درمیانی قامت والے ہیں اور رنگ ان کا سرخ وسفید ہوگا‘ ہلکے زرد رنگ کے لباس میں ہوں گے‘ ایسے محسوس ہوگا جیسے ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہو‘ حالانکہ نمی (پانی) لگا نہیں ہوگا۔ (انتہائی نظیف اور چمک دار رنگ کے ہوں گے) وہ لوگوں سے اسلام کے لیے قتال کریں گے‘ صلیب توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے‘ جزیہ موقوف کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے علاوہ دیگر سب دینوں کو ختم کر دے گا۔ وہ مسیح دجال کو ہلاک کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال رہیں گے‘ پھر ان کی وفات ہو گی اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے۔“

توضیح: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہودیوں کے مکر وفریب اور حملے سے محفوظ فرما کر آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ یہ مضمون صریح وصحیح احادیث کے علاوہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿......وَمَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ......﴾ (النساء:١٥٧) ”انہوں نے نہ انہیں قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا‘ بلکہ انہیں شبے میں ڈال دیا گیا۔“ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ......﴾ (النساء:١٥٨) ”بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔“ (اسی طرح سورۂ آل عمران آیت ۵۵ میں بھی ہے۔) پھر قیامت کے قریب جب دجال کا ظہور ہوگا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دمشق میں نزول ہوگا‘ دجال کو قتل کریں گے اور اسلام اور شریعت محمدی کامل طور پر نافذ کریں گے اور چالیس برس تک یہ فریضہ سرانجام دیں گے۔ ان کا نزول احادیث صحیحہ کے علاوہ قرآن مجید میں بھی وارد ہے‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا﴾ (الزخرف:٦١) ”اور بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامات میں سے ہیں تو اس میں ہرگز شبہ نہ کریں۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ (النساء:١٥٩) ”اور اہل کتاب میں سے ایک بھی ایسا نہیں بچے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لا چکے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔“ اور یہ اعتراض کہ نبوت ختم ہو چکی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں تو اس کا جواب

◀◀ ٤٣٧، وصححه الحاكم: ٢/ ٥٩٥، ووافقه الذهبي.

حدیث نمبر 5 : سنن ابی داود

٤١٦٢/١٧٢ ـ أخبرني أبو الطيب محمد بن أحمد الحيري، ثنا محمد بن عبد الوهاب، ثنا يعلى بن عبيد، ثنا محمد بن إسحاق، عن سعيد ابن أبي سعيد المقبري، عن عطاء مولى أم حبيبة قال: سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله ﷺ: «ليهبطن عيسى ابن مريم حكماً عدلاً وإماماً مقسطاً وليسلكن فجاً حاجاً أو معتمراً أو بنيتهما وليأتين قبري حتى يسلم علي ولأردن عليه» يقول أبو هريرة: أي بني أخي إن رأيتموه فقولوا أبو هريرة يقرئك السلام.

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه بهذه السياقة.

٤١٦٣/١٧٣ ـ أخبرنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله بن دينار العدل، ثنا السري بن خزيمة والحسن بن الفضل قالا: ثنا عفان بن مسلم، ثنا همام، ثنا قتادة، عن عبد الرحمن بن آدم، عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال: «إن روح الله عيسى ابن مريم نازل فيكم فإذا رأيتموه فاعرفوه رجل مربوع إلى الحمرة والبياض عليه ثوبان ممصران كأن رأسه يقطر وإن لم يصبه بلل فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويدعو الناس إلى الإسلام فيهلك الله في زمانه المسيح الدجال وتقع الأمنة على أهل الأرض حتى ترعى الأسود مع الإبل والنمور مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان مع الحيات لا تضرهم فيمكث أربعين سنة ثم يتوفى ويصلي عليه المسلمون».

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه. / ٢/٥٩٦

٤١٦٤/١٧٤ ـ حدثنا الحسن بن محمد الأسفرائيني، ثنا محمد بن أحمد بن البراء، ثنا عبد المنعم بن إدريس، عن أبيه، عن وهب بن منبه قال: توفى الله عيسى ابن مريم ثلاث ساعات من نهار حين رفعه إليه والنصارى تزعم أنه توفاه سبع ساعات من النهار ثم أحياه. قال وهب: وزعمت النصارى أن مريم ولدت عيسى لمضي ثلاث مائة سنة وثلاث وستين من وقت ولادة الإسكندر، وزعموا أن مولد يحيى بن زكريا كان قبل مولد عيسى بستة أشهر، وزعموا أن مريم حملت بعيسى ولها ثلاث عشر سنة، وأن عيسى عاش إلى أن رفع ابن اثنين وثلاثين سنة، وأن مريم بقيت بعد رفعه ست سنين فكان جميع عمرها ستاً وخمسين سنة، وكان زكريا بن برخيا أبا يحيى بن زكريا زعموا ابن مائتين وأم مريم حامل بمريم، فلما ولدت مريم كفلها زكريا بعد موت أمها لأن

٤١٦٢ ـ قال في التلخيص: صحيح.
٤١٦٣ ـ قال في التلخيص: صحيح.
٤١٦٤ ـ قال في التلخيص: عبد المنعم [بن إدريس]: ساقط.

المستدرك على الصحيحين

للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري

مع تضمينات الإمام الذهبي في التلخيص والميزان والعراقي في أماليه والمناوي في فيض القدير وغيرهم من العلماء الأجلاء

أول طبعة مرقمة الأحاديث ومقابلة على عدة مخطوطات

دراسة وتحقيق
مصطفى عبد القادر عطا

كتاب البيوع، كتاب الجهاد، كتاب قسم الفيء، كتاب قتال أهل البغي، كتاب النكاح، كتاب الطلاق، كتاب العتق، كتاب المكاتب، كتاب التفسير، كتاب تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين.

الجزء الثاني

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

٩٢٦٨ - حدَّثنا عفانُ، حدثنا حمادٌ، قال: أخبرنا عمَّار بن أبي عمَّارٍ
عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: «إذا أطاعَ العَبدُ رَبَّه وسَيِّدَه، فلَهُ أجْرَانِ»[1].

٩٢٦٩ - حدثنا عفانُ، قال: حدثنا حمادٌ، قال: أخبرنا عَمَّار بن أبي عمَّار، قال:
سمعتُ أبا هريرة قال: إن رسول الله ﷺ قال: «إذا جاءَ خادمُ أحَدِكُم بطَعَامِه، قد كَفَاهُ حَرَّهُ وعَمَلَه، فإنْ لم يُقْعِدْه مَعَه ليَأْكُلَ، فَلْيُناوِلْهُ أكْلَةً مِنْ طَعَامِهِ»[2].

٩٢٧٠ - حدثنا عفانُ، قال: حدثنا همَّام، قال: أخبرنا قتادةُ، عن عبدالرحمٰن بن آدم
عن أبي هريرة أنَّ النبيَّ ﷺ قال: «الأنْبياءُ إخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ، أُمَّهاتُهم شَتَّى ودِينُهم واحِدٌ، وإنِّي[3] أوْلَى الناس بِعِيسى ابنِ

---

(١) إسناده صحيح على شرط مسلم. وانظر (٧٥٧٤).

(٢) إسناده صحيح على شرط مسلم.

وأخرجه ابن راهويه (٥١٢) عن النضر بن شميل، وأبو القاسم البغوي في «الجعديات» (٣٤٣٦) عن علي بن الجعد، كلاهما عن حماد بن سلمة، بهٰذا الإسناد.

وسيأتي برقم (٩٩٨٤) عن عبدالرحمٰن بن مهدي، عن حماد. وانظر ما سلف برقم (٧٣٣٨).

(٣) في (م) والنسخ المتأخرة: وأنا.

مريمَ؛ لأنَّه لم يَكُنْ بَيْنِي وبَيْنَه نَبِيٌّ، وإنَّه نازِلٌ، فإذا رَأَيْتُمُوهُ فاعْرِفُوهُ: رجُلٌ مَرْبُوعٌ[1] إلى الحُمْرَةِ والبياض، عليه ثَوْبانِ مُمَصَّرانِ، كَأَنَّ رَأْسَه يَقْطُرُ، وإنْ لم يُصِبْهُ بَلَلٌ، فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ، ويَقْتُلُ الخِنْزِيرَ، ويَضَعُ الجزْيَةَ، ويَدْعُو النَّاسَ إلى الإسْلام، فيُهْلِكُ اللهُ في زَمَانِه المِلَلَ كُلَّها إلَّا الإسلامَ، ويُهْلِكُ اللهُ في زَمَانِه المَسِيحَ الدَّجَّالَ، ثمَّ تَقَعُ الأمَنَةُ على الأرضِ، حتَّى تَرْتَعَ الأسْوَدُ مَعَ الإبلِ، والنِّمارُ معَ البَقَرِ، والذِّئابُ مَعَ الغَنَمِ، ويَلْعَبَ الصِّبيانُ بالحَيَّاتِ، لا تَضُرُّهم، فيَمْكُثَ أرْبَعينَ سَنةً، ثُمَّ يُتَوفَّى، ويُصَلِّي عليه المُسلِمونَ»[2].

---

(١) في (م) والنسخ المتأخرة: رجلاً مربوعاً.

(٢) حديث صحيح، عبدالرحمٰن بن آدم -وهو مولى أم بُرْثُن- صدوق حسن الحديث، روى له مسلم حديثاً واحداً متابعةً وأبو داود، وباقي رجال الإسناد ثقات رجال الشيخين، إلا أن قتادة مدلس وقد عنعن، وذكر ابن أبي حاتم في «المراسيل» (٦٣٣) عن أبيه، عن إسحاق بن منصور، عن ابن معين أنه قال: لم يسمع قتادة من عبدالرحمٰن مولى أم بُرْثُن. فعلى هٰذا يكون الإسناد منقطعاً، ومع ذلك فقد صححه الحافظ ابن حجر في «الفتح» ٦/٤٩٣، وقال الحافظ ابن كثير في «نهاية البداية» ١/١٨٨: هٰذا إسناد جيد قوي!

وأخرجه الحاكم ٢/٥٩٥ عن عفان بن مسلم، بهٰذا الإسناد. وصححه، ووافقه الذهبي.

وأخرجه أبو داود (٤٣٢٤)، وابن حبان (٦٨٢١) من طريق هدبة بن خالد، عن همام بن يحيى، به. ورواية أبي داود مختصرة.

وأخرجه الطبري في «تفسيره» ٣/٢٩١ من طريق الحسن بن دينار، عن قتادة، =

٣٤٣٨ ـ حدّثنا محمدُ بن كثيرٍ أخبرَنا إسرائيلُ أخبرنا عثمانُ بنُ المغيرة عن مجاهدٍ عن ابنِ عبّاسٍ رضي اللهُ عنهما قال: قال النبيُّ ﷺ: «رأيتُ عيسى وموسى وإبراهيمَ ، فأما عيسى فأحمرُ جَعْدٌ عريضُ الصدرِ ، وأما موسى فآدَمُ جسيمٌ سبطٌ كأنه من رجالِ الزُّطِّ».

٣٤٣٩ ـ حدّثنا إبراهيمُ بن المنذرِ حدَّثنا أبو ضمرةَ حدَّثنا موسى بن نافعٍ عن عبدِ الله «ذَكَرَ النبيُّ ﷺ يوماً بينَ ظَهرَي الناسِ المسيحَ الدجّالَ فقال: إنَّ اللهَ ليس بأعورَ ، ألا إن المسيحَ الدجالَ أعورُ العينِ اليُمنى ، كأنَّ عَينَهُ عنبةٌ طافية». [انظر الحديث: ٣٠٥٧ ، ٣٣٣٧].

٣٤٤٠ ـ وأراني الليلةَ عندَ الكعبةِ في المنام ، فإذا رجل آدمُ كأحسنِ ما يُرَى مِن أُدْمِ الرجال ، تَضرِبُ لمتُهُ بينَ مَنكِبَيه ، رجِلُ الشَّعرِ يَقطُرُ رأسُه ماءً ، واضِعاً يَدَيهِ على مَنكِبَي رجُلَينِ يَطوفُ بالبيت ، فقلتُ: من هذا؟ فقالوا: هذا المسيحُ ابن مريمَ. ثمَّ رأيتُ رجُلاً وراءَهُ جَعداً قَطِطاً أعوَرَ عينِ اليُمنى كأشبَهِ من رأيتُ بابن قَطَنٍ ، واضعاً يَدَيهِ على مَنكبَيْ رجُلٍ يَطوفُ بالبيتِ ، فقلتُ: مَن هذا؟ قالوا: المسيحُ الدجال».

تابعَه عُبَيدُ اللهِ عن نافع . [الحديث ٣٤٤٠ ـ أطرافه في: ٣٤٤١ ، ٥٩٠٢ ، ٦٩٩٩ ، ٧٠٢٦ ، ٧١٢٨].

٣٤٤١ ـ حدّثنا أحمدُ بنُ محمدٍ المكيُّ قال: سمعتُ إبراهيمَ بن سعدٍ قال: حدَّثني الزُّهريُّ عن سالمٍ عن أبيهِ قال: «لا واللهِ ، ما قال النبيُّ ﷺ لعيسى أحمرُ ، ولكن قال: بينما أنا نائمٌ أطوفُ بالكعبةِ ، فإذا رجل آدمُ سَبطُ الشعرِ يُهادَى بينَ رجُلَين يَنطِفُ رأسه ماءً ـ أو يُهراقُ رأسهُ ماءً ـ فقلتُ: مَن هذا؟ قالوا: ابنُ مريمَ ، فذَهبتُ فإذا رجُلٌ أحمرُ جَسيمٌ جَعدُ الرأسِ أعوَرُ عَينهِ اليمنى كأنَّ عينَهُ عنَبةٌ طافية ، قلت: مَن هذا؟ قالوا: هذا الدجال ، وأقرَبُ الناسِ بهِ شَبَهاً ابنُ قَطَن . قال الزُّهريُّ: رجُلٌ من خُزاعةَ هلكَ في الجاهلية». [انظر الحديث: ٣٤٤٠].

٣٤٤٢ ـ حدّثنا أبو اليمانِ أخبرَنا شُعيبٌ عنِ الزُّهريِّ قال: أخبرَني أبو سَلمةَ بن عبدِ الرحمن أنَّ أبا هريرةَ رضيَ اللهُ عنه قال: «سمعت رسولَ اللهِ ﷺ يقول: أنا أولى الناسِ بابنِ مريمَ ، والأنبياءُ أولادُ عَلاّت ليسَ بيني وبينَهُ نبيٌّ». [الحديث ٣٤٤٢ ـ طرفه في: ٣٤٤٣].

٣٤٤٣ ـ حدّثنا محمدُ بن سِنان حدَّثنا فُلَيحُ بن سليمانَ حدَّثنا هِلالُ بن عليٍّ عن عبدِ الرحمنِ بن أبي عَمرةَ عن أبي هريرةَ قال: «قال رسولُ اللهِ ﷺ: أنا أولى الناس بعيسى ابنِ مريمَ في الدُّنيا والآخرة ، والأنبياء إخوة لعَلاّتٍ أمَّهاتُهم شتَّى ودِينهم واحد». وقال إبراهيمُ بن طهمانَ عن موسى بنِ عُقبةَ عن صَفوانَ بنِ سُلَيم عن عطاءِ بنِ يَسارٍ عن أبي هريرةَ رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ. [انظر الحديث: ٣٤٤٢].

صحيح مسلم

بشرح النووي

الجزء الثاني

الطبعة الأولى

١٣٤٧ هجرية — ١٩٢٩ ميلادية

المطبعة المصرية بالأزهر

رواية ابن رمح دحية بن خليفة **وحدثني** محمد بن رافع وعبد بن حميد وتقاربا فى اللفظ قال ابن رافع حدثنا وقال عبد أخبرنا عبد الرزاق أخبرنا معمر عن الزهرى قال أخبرنى سعيد بن المسيب عن أبى هريرة قال قال النبى صلى الله عليه وسلم حين أسرى بى لقيت موسى عليه السلام فنعته النبى صلى الله عليه وسلم فاذا رجل حسبته قال مضطرب رجل الرأس كأنه من رجال شنوءة قال ولقيت عيسى فنعته النبى صلى الله عليه وسلم فاذا ربعة أحمر كأنما خرج من ديماس يعنى حماما قال ورأيت ابراهيم صلوات الله عليه وأنا أشبه ولده

قوله ﴿دحية بن خليفة﴾ هو بفتح الدال وكسرها لغتان مشهورتان . قوله صلى الله عليه وسلم ﴿رجل الرأس﴾ هو بكسر الجيم أى رجل الشعر وسيأتى قريبا ان شاء الله تعالى بيان ترجيل الشعر . قوله صلى الله عليه وسلم فى صفة عيسى صلى الله عليه وسلم ﴿فاذا ربعة أحمر كأنما خرج من ديماس يعنى حماما﴾ أما الربعة فباسكان الباء ويجوز فتحها وقد تقدم قريبا بيان اللغات فيه وبيان معناه . وأما الديماس فبكسر الدال واسكان الياء والسين فى آخره مهملة وفسره الراوى بالحمام والمعروف عند أهل اللغة أن الديماس هو السرب وهو أيضا الكن قال الهروى فى هذا الحديث قال بعضهم الديماس هنا هو الكن أى كأنه مخدر لم ير شمسا قال وقال بعضهم المراد به السرب ومنه دمسته اذا دفنته وقال الجوهرى فى صحاحه فى هذا الحديث قوله خرج من ديماس يعنى فى نضارته وكثرة ماء وجهه كأنه خرج من كن لانه قال فى وصفه كأن رأسه يقطر ماء وذكر صاحب المطالع الأقوال الثلاثة فيه فقال الديماس قيل هو السرب وقيل الكن وقيل الحمام هذا مايتعلق بالديماس وأما الحمام فمعروف وهو مذكر باتفاق أهل اللغة وقد نقل الازهرى فى تهذيب اللغة تذكيره عن العرب والله أعلم وأما وصف عيسى صلوات الله عليه وسلامه فى هذه الرواية وهى رواية أبى هريرة رضى الله عنه بأنه أحمر ووصفه فى رواية ابن عمر رضى الله عنهما بعدها بأنه آدم والآدم الاسمر وقد روى

به قال فأتيت باناءين فى أحدهما لبن وفى الآخر خمر فقيل لى خذ أيهما شئت فأخذت اللبن فشربته فقال هديت الفطرة أو أصبت الفطرة أما إنك لو أخذت الخمر غوت أمتك

حدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن نافع عن عبد الله بن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال أرانى ليلة عند الكعبة فرأيت رجلا آدم كأحسن ما أنت راء من أدم الرجال له لمة كأحسن ما أنت راء من اللمم قد رجلها فهى تقطر ماء متكئا على رجلين أو على عواتق رجلين يطوف بالبيت فسألت من هذا فقيل هذا المسيح ابن مريم ثم إذا أنا برجل جعد قطط أعور العين اليمنى كأنها عنبة طافية فسألت من هذا فقيل هذا

البخارى عن ابن عمر رضى الله عنهما أنه أنكر رواية أحمر وحلف أن النبى صلى الله عليه وسلم لم يقله يعنى وأنه اشتبه على الراوى فيجوز أن يتأول الاحمر على الآدم ولا يكون المراد حقيقة الادمة والحمرة بل ماقاربها والله أعلم . قوله صلى الله عليه وسلم ﴿أرانى ليلة عند الكعبة فرأيت رجلا آدم كأحسن ما أنت راء من أدم الرجال له لمة كأحسن ما أنت راء من اللمم قد رجلها فهى تقطر ماء متكئا على رجلين أو على عواتق رجلين يطوف بالبيت فسألت من هذا فقيل هذا المسيح ابن مريم ثم اذا أنا برجل جعد قطط أعور العين اليمنى كأنها عنبة طافية فسألت من هذا فقيل هذا المسيح الدجال﴾ أما قوله صلى الله عليه وسلم أرانى فهو بفتح الهمزة . وأما الكعبة فسميت كعبة لارتفاعها وتربعها وكل بيت مربع عند العرب فهو كعبة وقيل سميت كعبة لاستدارتها وعلوها ومنه كعب الرجل ومنه كعب ثدى المرأة اذا علا واستدار وأما اللمة فهى بكسر اللام وتشديد الميم وجمعها لمم كقربة وقرب قال الجوهرى ويجمع على لمام يعنى بكسر اللام وهو الشعر المتدلى الذى جاوز شحمة الاذنين فاذا بلغ المنكبين فهو جمة . وأما رجلها فهو بتشديد الجيم ومعناه سرحها بمشط مع ماء أو غيره وأما قوله صلى الله عليه وسلم يقطر ماء فقد قال القاضى عياض يحتمل أن يكون على ظاهره أى يقطر بالماء الذى رجلها به لقرب ترجيله

الجامع الكبير

للإمام الحافظ أبي عيسى محمد بن عيسى الترمذي

المتوفى سنه ٢٧٩هـ

المجلد الثالث

الأحكام - الوصايا

حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

٣٦٢٣- حَدَّثَنَا قُتَيبةُ، عن مَالِكِ بن أنسٍ. (ح) وَحَدَّثَنَا الأنْصَارِيُّ، قَال: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَال: حَدَّثَنَا مَالكُ بن أنَسٍ، عن رَبِيعَةَ بن أبي عَبدالرحمنِ؛ أنَّهُ سَمِعَ أنَسَ بن مَالكٍ يَقولُ: لَم يَكُنْ رَسولُ اللهِ ﷺ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ، وَلا بِالْقَصِيرِ، وَلا بَالأبْيَضِ الأمْهَقِ[1]، وَلا بالآدَمِ[2]، وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ[3]، وَلا بِالسَّبْطِ، بَعَثَهُ اللهُ على رَأْسِ أرْبَعِينَ سَنَةً فَأقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ وَبِالمَدِينَةِ عَشْراً، وَتوفَّاهُ اللهُ على رَأْسِ سِتِّينَ سَنَةً، وَلَيْسَ في رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُونَ شَعْرَةً بَيْضاءَ[4].

هذا حديثٌ حَسَنٌ صحيحٌ.

(٥) (7) باب في آياتِ نُبُوَّةِ النبيِّ ﷺ وَما قد خَصَّهُ اللهُ عَزَّ وَجلَّ به

٣٦٢٤- حَدَّثَنَا محمدُ بن بَشَّارٍ ومحمودُ بن غَيْلانَ، قَالا: أخبرنا أبو دَاوُدَ الطَّيالِسيُّ، قَال: حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ بن مُعاذٍ الضَّبِّيُّ، عن سِماكِ بن حَرْبٍ، عن جَابرِ بن سَمُرةَ، قال: قَال رَسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ بِمَكَّةَ حَجراً كَانَ

(١) الأمهق: الشديد البياض.

(٢) الآدم: الشديد السمرة.

(٣) أي: شديد الجعودة.

(٤) أخرجه مالك (١٩٢٥)، وعبدالرزاق (٦٧٨٦)، وابن سعد ١/ ١٩٠ و٢٢٤ و٤١٣ و٤٣٢ و٢/ ٣٠٨، وأحمد ٣/ ١٣٠ و١٤٨ و١٨٥ و٢٤٠، والبخاري ٤/ ٢٢٧ و٢٢٨ و٧/ ٢٠٧، ومسلم ٧/ ٨٧، والمصنف في الشمائل (١) و(٣٨٣) و(٣٨٤)، والنسائي في الكبرى كما في التحفة (٨٣٣)، والطبري في تاريخه ٢/ ٢٩١، وابن حبان (٦٣٨٧)، والآجري في الشريعة ص ٤٣٨، والبيهقي في السنن ١/ ٢٠١ و٢٢٩، وفي دلائل النبوة، له ٧/ ٢٣٦، والبغوي (٣٦٣٥). وانظر تحفة الأشراف ١/ ٢١٩ حديث (٨٣٣)، والمسند الجامع ٢/ ٣٥٨ حديث (١٣٤٠)، وانظر تخريج الحديث (١٧٥٤)، وصحيح الترمذي للعلامة الألباني (٢٨٦٤).

١٧٥٣- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بن نَصْرٍ، قال: أخبرنا ابن المُبَارِكِ، عن الأَجْلَحِ، عن عَبدالله بن بُرَيْدَةَ، عن أبي الأَسْوَدِ، عن أبي ذَرٍّ، عن النبيِّ ﷺ قال: «إنَّ أَحْسَنَ مَا غُيِّرَ بِهِ الشَّيْبُ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ»(١).

هذا حديثٌ حَسَنٌ صحيحٌ.

وأبو الأَسْودِ الدِّيْلِيُّ اسْمهُ: ظَالِمُ بن عَمْرِو بن سُفيانَ.

(٢١) (21) باب ما جاء في الْجُمَّةِ وَاتِّخَاذِ الشَّعر

١٧٥٤- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بن مَسْعدةَ، قَال: حَدَّثَنَا عَبدالوهَّابِ الثَّقَفيُّ، عن حُمَيْدٍ، عن أَنَسٍ، قال: كَانَ رَسولُ الله ﷺ رَبْعَةً لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلا بِالْقَصِيرِ حَسَنَ الْجِسْمِ أَسْمرَ اللَّوْنِ، وَكانَ شَعْرهُ لَيْسَ بِجَعْدٍ وَلا سَبْط إذا مَشى يَتكَفَّأُ(٢).

وفي البابِ عن عَائشةَ، وَالْبَراءِ، وأبي هُريرةَ، وابن عَبَّاسٍ، وأبي

(١) أخرجه عبدالرزاق (٢٠١٧٤)، وابن أبي شيبة ٨/ ٤٣٢، وأحمد ٥/ ١٤٧ و١٥٠ و١٥٤ و١٥٦ و١٦٩، وأبو داود (٤٢٠٥)، وابن ماجة (٣٦٢٢)، والنسائي ٨/ ١٣٩، وابن أبي حاتم ٢/ (٢٤١٨)، وابن حبان (٥٤٧٤)، والطبراني في الكبير (١٦٣٨) و(١٦٣٩)، والبيهقي ٧/ ٣١٠، والخطيب في تاريخه ٨/ ٣٤. وانظر تحفة الأشراف ٩/ ١٦٦ حديث (١١٩٢٧)، والمسند الجامع ١٦/ ١٤٦ حديث (١٢٣٠٩).
وأخرجه النسائي ٨/ ١٣٩ من طريق ابن أبي ليلى، عن أبي ذر. وانظر المسند الجامع ١٦/ ١٤٧ حديث (١٢٣١٠).

(٢) أخرجه ابن سعد ١/ ٤٢٨، وأبو داود (٤٨٦٣)، والمصنف في الشمائل (٢)، والبزار (٢٣٨٨)، وأبو يعلى (٣٧٤١) و(٣٧٦٣) و(٣٧٦٤) و(٣٨٣٢)، والبيهقي في دلائل النبوة ١/ ٢٠٣. وانظر تحفة الأشراف ١/ ١٩٩ حديث (٧٢٠)، والمسند الجامع ٢/ ٣٥٨ حديث (١٣٣٩)، وراجع تخريج الحديث (٣٦٢٣). ووقع في م: «يتوكأ»، وهو خطأ.

الجامع الكبير

للإمام الحافظ أبي عيسى محمد بن عيسى الترمذي
المتوفى سنة ٢٧٩ هـ

المجلد الثالث
الأحكام - الوصايا

حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

ذکرِ حبیبؑ

مُصنّفہ

حضرت مفتی محمد صادق

تھا۔ اسکے آگے جو تین دیواری بنی ہوئی ہے، اُسوقت نہ تھی۔ رات کیوقت اُس گول کمرہ میں عاجز راقم اور سید فضل شاہ صاحب سوئے۔ نمازوں کیوقت حضرت صاحبؑ مسجد مبارک میں جسکو عموماً چھوٹی مسجد کہا جاتا ہے تشریف لائے۔ آپؑ کی ریش مبارک مہندی سے رنگی ہوئی تھی۔ چہرہ بھی سُرخ اور چمکیلا۔ سر پر سفید بھاری عمامہ۔ ہاتھ میں عصاء تھا۔ دُوسری صبح حضرت صاحبؑ زنانہ سے باہر آئے

پہلی سیر

باہر آکر فرمایا کہ سیر کو چلیں۔ سید فضل شاہ صاحب (مرحوم) حافظ حامد علی صاحب (مرحوم) اور عاجز راقم ہمراہ ہوئے۔ کھیتوں میں سے اور بیرونی راستوں میں سے سیر کرتے ہُوئے گاؤں کے شرقی جانب چلے گئے۔ اس پہلی سیر میں میں نے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ گناہوں میں گرفتاری سے بچنے کا کیا علاج ہے۔

گُناہوں سے بچنے کا عِلاج

فرمایا۔ موت کو یاد رکھنا۔ جب آدمی اس بات کو بھُول جاتا ہے۔ کہ اُس نے آخر ایک دن مر جانا ہے۔ تو اس میں طول امل پیدا ہوتا ہے۔ لمبی لمبی امیدیں کرتا ہے۔ کہ میں یہ کرلوں گا اور وہ کرلوں گا۔ اور گناہوں میں دلیری اور غفلت پیدا ہو جاتی ہے۔ سید فضل شاہ صاحب مرحُوم نے سوال کیا۔ کہ یہ جو لکھا ہے۔ کہ مسیح موعود

مغرب سے طلوعِ آفتاب

اُس وقت آئے گا جبکہ سُورج مغرب سے نکلے گا[1]۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا۔ یہ تو ایک طبعی طریق ہے، کہ سُورج مشرق سے نکلتا ہے۔ مغرب میں غروب ہوتا ہے۔

[1] جب عاجز راقم نے امریکہ میں اشاعت اسلام کیواسطے ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا تھا۔ تو اسی حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے اس رسالہ کا نام مسلم سن رائز یعنی طلوع شمس الاسلام رکھا تھا۔ اور اسکے سرورق پر امریکہ کا نقشہ بناکر اسپر سورج چڑھتا ہوا دکھایا تھا۔

باب دوم

بعض عام حالات و افکار و عادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حُلیہ مُبارک

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قد درمیانہ سے ذرا اُونچا، بدن کسی قدر بھاری، پیشانی اُونچی۔ آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ مگر ہمیشہ غضِّ بصر کی صُورت میں رہنے کے سبب باریک سی معلوم ہوتی تھیں۔ چہرہ چمکدار۔ چھاتی کشادہ۔ کمر سیدھی جسم کا گوشت مضبوط تھا۔ جسم اور چہرے پر جھریاں نہ تھیں۔ رنگ سفید و سُرخ گندمی تھا۔ جب آپ ہنستے تھے۔ تو چہرہ بہت سُرخ ہوجاتا تھا۔ سر کے بال سیدھے کانوں تک لٹکتے ہوئے ملائم اور چمکدار تھے۔ ریش مبارک گھنی ایک مشت سے کچھ زیادہ لمبی رہتی تھی۔ اِس سے زیادہ حصّہ آپؑ قینچی سے کٹوا دیتے تھے ؛

شملہ سے مُنہ ڈھکنا

بعض دفعہ حضورؑ مجلس میں بیٹھے ہوئے اپنی پگڑی کے شملہ کو ہاتھ میں لیکر منہ پر رکھ لیتے تھے۔ میرا خیال ہے۔ کہ آپؑ کچھ تسبیح کے کلمات پڑھتے رہتے تھے۔ اور اِسواسطے مُنہ کو ڈھانک لیتے تھے۔ کہ ہونٹوں کی حرکت لوگوں پر ظاہر نہ ہو ؛

تبدیل لباس

ایک دفعہ شیخ رحمت اللہ صاحب نے کِسی کے اخراجات کا ذکر کرتے ہوئے

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

ذکرِ حبیبؑ

مُصنّفہ

حضرت مفتی محمّد صادق

عیسیٰ علیہ السلام	مرزا قادیانی
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لانے والے دو فرشتے ہونگے	مرزا قادیانی کو کسی دائی نے وصول کیا ہوگا
حضرت عیسیٰ علیہ السلام آکر حج و عمرہ کریں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر حاضری دیں گے	اللہ تعالیٰ نے ان دو مقدس شہروں کو مرزا قادیانی کے گندے وجود سے ہمیشہ پاک رکھا
حضرت عیسیٰ علیہ السلام حاکم بن کر آئیں گے	مرزا قادیانی انگریزوں کا چوھڑہ بن کر رہا
حضرت عیسیٰ علیہ السلام عادل بن کر آئیں گے	مرزا قادیانی غاصب اور چور بن کر آیا

عیسیٰ علیہ السلام	مرزا قادیانی
حضرت عیسیٰ علیہ السلام آکر صلیب کو توڑیں گے	مرزا قادیانی کے بعد اہل صلیب کو مزید قوت ملی
حضرت عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کو آکر قتل کریں گے	مرزا قادیانی کے بعد خنزیر کی نسل کی مزید افزائش کی گئی
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ٹیکس ختم ہو جائیں گے	مرزا قادیانی کے بعد ٹیکسوں کی لائن لگ گئی
حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں میں مال تقسیم کریں گے	مرزا قادیانی ساری زندگی لوگوں کے پیسے غصب کرتا رہا

عیسیٰ علیہ السلام	مرزا قادیانی
حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق شہر کے مشرقی حصے میں سفید منارے کے پاس نازل ہونگے	مرزا قادیانی قادیان میں پیدا ہوا
حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو ہلکی زردی مائل چادروں میں ملبوس ہو کر تشریف لائیں گے	ایسا کچھ نہ ہوا
حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو ایسا محسوس ہوگا جیسے ابھی غسل کرکے آئے ہیں	ایسا کچھ نہ ہوا

عیسیٰ علیہ السلام	مرزا قادیانی
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد ۴۰ یا ۴۵ سال زمین پر ٹھہریں گے	مرزا قادیانی دعویٰ مسیحیت کے 17 سال بعد مُردار ہو گیا